شیعہ مصنف بابر علی خان کی کتاب "دعوت فکر دینی" میں
اہلسنت کیخلاف کیئے گئے سوالات کا تحقیقی جواب

الجوابُ المعقول

مؤلف

علامہ مقبول احمد رضوی جلالی

ناشر محمدیہ فاروقیہ رضویہ نشادلوال (گجرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیعہ مصنف بابر علی خان کی کتاب "دعوت فکر دینی" میں اہلسنت کیخلاف کیئے گئے سوالات کا تحقیقی جواب

الجواب المعقول

مؤلف

علامہ مقبول احمد رضوی ہلالی

ناشر محمدیہ فاروقیہ رضویہ نشاد لیوال (گجرات)

نام کتاب الجوابُ المعقول

مصنف علامہ مقبول احمد جلالی رضوی

پروف ریڈنگ ابومعاویہ قاری محمد لقمان شاھد عطاری

تعداد 1100

صفحات 96

ہدیہ 60روپے

﴿فہرست﴾

انتساب

فقیر اپنی اس کوشش کو

مرشدِ گرامی، جلال الملتہ والدین، شیخ المحدثین، حافظ الحدیث

حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری

آستانہء عالیہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین

کے اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہے

جن کی تربیت اور فیضان نے فقیر کو خدمتِ دین کے قابل بنایا

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

مقبول احمد جلالی رضوی

عرضِ مصنّف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ!

واضح ہو! کچھ عرصہ ہوا شیعہ بابر علی خاں ساکن اسلام پورہ باغ سیداں لالہ مُوسیٰ ضلع گجرات کا ایک کتابچہ جس کا نام ''دعوتِ فکر دینی'' ہے۔ جس میں انہوں نے شیعوں کی طرف سے اہلِ اسلام کے خلاف اُٹھائے گئے اٹھارہ سوالات کا جواب اہلسنت و جماعت سے طلب کیا ہے۔ حضرت علامہ مولانا محمد صادق دامت برکاتہ العالیہ خطیب قادر آباد ضلع گجرات نے اس عاجز کو روانہ کیا۔ چنانچہ بندہ نے تمام سوالات کا جواب کتب مسلمہ فریقین (اہل سنت وشیعہ) سے انتہائی دیانت داری اور خلوص سے دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے دُعا ہے کہ وہ صدقہء اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جناب بابر علی خاں اور دیگر قارئین کرام کے لئے ہدایت اور بصیرت کا موجب بنائے...... آمین۔

؎ شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

اور سوالات کا جواب تحریر کرتے وقت اس بات کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے کہ کسی کی دل آزاری یا خفگی نہ ہو۔ اور نہ ہی اس ارادہ سے اس موجب نجات کام کو

شروع کیا گیا ہے۔تاہم اگر کہیں کوئی ایسا جملہ درج ہوگیا ہو تو راقم الحروف معذرت خواہ ہے علاوہ ازیں معزز قارئین سے التماس ہے کہ اگر کتاب میں کسی جگہ علمی اور ادبی غلطی دیکھیں تو اس عاجز کو آگاہ فرمادیں۔

نہ گنی عیب گر تو بتوانی ☆ کہ در وحلہ بپوشانی

مقبول احمد جلالی رضوی

قاتلانِ حسینؓ کون ہیں؟

سوال ﴾ نمبر1: » اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بقولِ عام ملاں کے شیعوں نے شہید کیا، تو اہل سنت نے امام مظلوم کی مدد کیوں نہ کی جب کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں اہل سُنّت موجود تھے۔

﴿بحوالہ ''دعوت فکر دینی'' مصنفہ بابر علی شیعہ صفحہ نمبر ۳﴾

جواب ﴾ » لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہرُ ہے سر محضر لگی ہوئی

قبل ازیں کہ ثابت کیا جائے کہ سیدّ نا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے قتل کے ذمہ دار کون ہیں اہل سنت یا شیعہ؟ راقم الحروف یہی سوال شیعوں سے کرتا ہے اور دیکھئے کہ شیعہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ میں پُوچھتا ہُوں کہ شیعہ اس وقت کہاں تھے؟ شیعوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدد کیوں نہ کی؟ کیا شیعوں نے اس بات پر کبھی غور کیا کہ جو سوال وہ اہلسنت سے کرتے ہیں وہی سوال اگر کوئی ان پر کرے تو وہ اس کا کیا جواب دیں گے بابر صاحب اگر آپ میں ہمت یا صداقت کا ذرّہ ہے تو اس کا جواب دیں اور ٹال مٹول کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بات دراصل یہ ہے کہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کے مشہور قصبہ کوفہ کے مضافات میں واقع میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ جبکہ وہ علاقہ خالصتاً شیعوں کا تھا۔ اگر کوئی وہاں اکادکا سنی تھا بھی تو اس نے اپنی حیثیت کے مطابق امام رضی اللہ عنہ کی مدد کی، جیسا کہ ہانی بن عروہ وغیرہ۔ اگر سیدنا

حسین بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ یا مکہ پاک میں شہید ہوتے تو البتہ شیعوں کا یہ سوال قدرے قابل التفات تھا کیوں کہ حجاز مقدس یعنی مکہ پاک اور مدینہ طیبہ میں اہلسنت و جماعت کے بزرگ موجود تھے اور پوری دُنیا جانتی ہے اور کتب فریقین (سنی شیعہ کتب) اس بات سے بھری پڑی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان جو کہ اہل سنت و جماعت کے بزرگ ہیں ان سب نے حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو کوفہ جانے سے بڑی شدومد سے منع فرمایا اور جو کچھ ہوا اس خطرہ سے قبل از وقت ان کو آگاہ کیا۔ اس کے برعکس شیعوں نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ان گنت و بے شمار خطوط لکھ کر پہلے تو ان سے مدینہ طیبہ کی سکونت ترک کروائی اور مکہ معظمہ میں عین حج کے دنوں میں حج تک نہ کرنے دیا کوفہ بلا کر رستے میں ہی شہید کر دیا۔

فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

بے ادب کون تھا ظلم کمایا کس نے؟
ابن حیدر کو کوفہ بلایا کس نے؟

اے قومِ روافض! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شیعوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کون سی مدد کی اور کتنے شیعہ آپ کے ساتھ قتل ہوئے اور کتنوں نے آپ کے پانی کا انتظام کیا جب کہ کوفہ میں کثیر التعداد شیعہ تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا چاہتا ہے اب سُنیے کہ آپ کو خطوط کن لوگوں نے لکھ کر کوفہ میں بلایا اور آپ کے آنے پر کس بے حیائی اور بے وفائی کا ثبوت دیا چنانچہ مُلّا باقر مجلسی اپنی کتاب ''جلاء العیون'' کے ص ۳۵۸ پر ۱۵۰ خطوط کا مضمون بایں الفاظ تحریر کرتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

''ایں عریضہ ایست بخدمت حسین بن علی از شیعان و فدویان و مخلصان آنحضرت''

ترجمہ:- یہ عریضہ شیعوں فدویوں اور مخلصوں کی طرف سے
بخدمت حسین بن علی ہے

اور شیخ عباس قمی اپنی معتبر ترین کتاب "منتہی الآمال ص ۲۳۸" پر رقمطراز ہیں۔

بداں کہ چوں حضرت امام حسن علیہ السلام بریاض قدس
ارتحال نمود شیعاں درعراق بحرکت درآمدہ وعریضہ ہا
حضرت امام حُسین نوشتند

ترجمہ:- جب حضرت امام حسن جنت کو سدھارے تو شیعانِ عراق حرکت میں آئے
اور بہت سے خطوط حضرت امام حُسین کی طرف لکھے۔

اور بعینہ یہی عبارت شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی نے "جلاء العیون ص ۲۸۹" میں
تحریر کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام حُسین کو شیعوں نے کثیر التعداد تاکیدی خطوط لکھ کر بُلایا۔ اور امام حُسین رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بلانے والے شیعہ تھے کیا دُنیا بھر کے شیعہ جمع ہو کر ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل سنّت نے خط لکھ کر بُلایا اور آپ کے تشریف لانے پر انتہائی قساوتِ قلبی وسفاکی سے آپکو اور آپ کی اولاد اطہار ورفقاء کو شہید کر دیا۔ یاد رکھیے! قیامت آسکتی ہے مگر شیعہ اس بات کو کبھی ثابت نہیں کر سکتے اور یاد رہے کہ بوقت جواب دادن جس طرح ہم نے معتبر ترین کتبِ شیعہ سے ثابت کیا ہے اسی طرح مستند کتب اہل سُنّت سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے والوں کا اہل سنت ہونا ثابت کرنا ہوگا ورنہ جواب تصور نہیں کیا جائے گا۔ مزید سنیئے کہ حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ خود اپنے قاتلین کو شیعہ فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ "جلاء العیون" ص ۴۲۱ پر مصنفہ مُلا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جب آپ کو مُسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اصل عبارت پیش کی جاتی ہے۔

پس حضرت اصحاب خود را جمع کرد و فرمود کہ
خبر بما رسید کہ مسلم بن عقیل و ہانی و عبداللہ یقطر را
شہید کردند شیعان ما دست از یاری ما برداشتہ اند ہر کہ
خواہد از ما جدا شود بر و حرف نیست

ترجمہ:- پس حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل دھانی و عبداللہ یقطر کو شہید کر دیا گیا ہے اور شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اُٹھالیا ہے جو چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے اُس پر کوئی اعتراض نہیں ہے

اور یہی عبارت ''منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی ص ۲۳۸'' پر موجود ہے۔

مذکور خطبہ امام حُسین سے بلا شک وشبہ ثابت ہو گیا کہ قاتلانِ حُسین شیعہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے خود اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ قاتلانِ حسین شیعہ ہیں اور کرتے بھی کیوں نہ جب کہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو شیعوں نے قتل کیا۔ ملاحظہ ہو ''صافی شرح اصول کافی'' مصنفہ مُلا خلیل قدوینی۔

باعث کشتہ شدنِ ایشاں صلوٰۃ اللہ علیہم تقصیر
شیعہ امامیہ است از تقیہ ومانند آں از مصالح

ترجمہ:-ان کے (یعنی شہدائے کربلا کے) قتل ہونے کا باعث
شیعہ امامیہ کا قصور ہے، تقیہ سے

یعنی قتلِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر شیعوں کو بزعمِ خویش کوئی گناہ نہیں ہُوا بلکہ ثواب ہوا کیونکہ انہوں نے اس معاملہ میں تقیہ پر عمل کیا ہے جو کو شیعہ مذہب میں بہت بڑی عبادت ہے، چُونکہ یہ مذہب دُنیا میں صرف اسی لیے بنایا گیا تھا کہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ جس قدر بھی ہو سکے دشمنی کر کے اہل ایمان کو دین سے بے دین بنایا

جائے۔اس لیے ایسے من گھڑت خلافِ کتاب وسُنت مسائل اختراع کیے گئے جن کو دیکھ کر شیطان بھی دادِ شجاعت دینے لگا اور واقعی مذہب شیعہ کے بانی شیطان سے بازی لے جانے میں اوّل نمبر رہے۔آخر میں " قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ کا شناختی نشان" بھی ملاحظہ فرمایئے۔

پس رایت وعلم دیگر بیندر دمن ایندازرایت اوّلین سیاه تر وتیره تر ومثل اوّل جواب گویند مرا پس گویم که من دو چیز بزرگ درمیان شما گذاشتم چه کردید باآنها گویند که کتاب خدا را مخالفت کردیم وعترت ترایاری نه کردیم وایشان را کشتیم رانده وپراگنده کردیم پس گویم که دور شوید ازمن پس برگردند از کوثر بالب تشنه وروهای سیاه۔

﴿جلاءالعیون ص۳۵۹﴾

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُوسرا جھنڈا میرے پاس آئے گا جو پہلے جھنڈے سے زیادہ سیاہ ہوگا اور بہت کالا ہوگا اور پہلوں کی طرح مجھے جواب دیں گے پھر میں کہوں گا کہ میں دو چیزیں بزرگ چھوڑ آیا تھا تم نے ان سے کیا برتاؤ کیا وہ کہیں گے کہ خُدا کی کتاب کی ہم نے مخالفت کی اور تیری عترت کی ہم نے امداد نہ کی اور ان کو ہم نے قتل کیا اور برباد کیا میں کہوں گا مجھ سے دور ہوجاؤ تو وہ سیاہ رُو حوضِ کوثر سے چلے جائیں گے۔

اس موضوع پر راقم الحروف کے پاس سینکڑوں حوالہ جات موجود ہیں۔چونکہ جواب مختصر مقصود ہے۔اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر افترا

سوال ﴾ نمبر 2: ‹‹ اگر حضرت عائشہ صدیقہ کو نہ ماننے والا جہنمی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیوں رضی اللہ عنہ رہ سکتا ہے۔ مہربانی کر کے ''تاریخ اسلام'' جلد دوم ص ۴۴ نجیب آبادی ملاحظہ کر کے فتویٰ صادر فرمائیں۔

﴿بحوالہ ''دعوت فکر دینی'' مصنفہ بابر علی شیعہ ص ۳﴾

جواب ﴾ ‹‹ اُمّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں اور تمام ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام از رُوئے قرآن ملاحظہ ہو

''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ''

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت مقدسہ میں ازاوج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کی مائیں فرمایا اور دُوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ'' ﴿پ ۲۲، احزاب ۳۲﴾

ترجمہ:۔اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی تم جہان کی عورتوں سے مقام، شان اور مرتبے کے لحاظ سے اعلیٰ و افضل ہو اور ''سورہ نور'' جو کہ نازل ہی جناب سیدہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں ہوئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے گستاخوں کو منافق اور ملعون فرمایا نیز

ایک واضح اصول بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مرد کی شان کے مطابق زوجہ عطا فرماتا ہے اور عورت کو اس کی شان کے مطابق خاوند۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔

ترجمہ:- ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں اور پاک (دامن) عورتیں پاک (دامن) مردوں کے لیے اور پاک (دامن) مرد پاک (دامن) عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ مبرّا ہیں انؔ (تہمتوں) سے جو وہ (ناپاک لگاتے ہیں۔ انکے لئے ہی (اللہ کی) بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے۔

اس آیت پاک کی تفسیر کرتے ہوئے شیعہ مفسر ملا فتح اللہ کاشانی اپنی کتاب ''خلاصۃ المنہج'' میں رقمطراز ہے کہ

جبائی گفتہ کہ مراد آں است کہ زنانِ ناپاک برائے مرداں ناپاکند و مرداں ناپاک راغب بدیشاں و زنانِ پاک برائے مرداں پاکند و مردانِ پاک مائل بدیشاں وایں قول از ابوجعفر وابوعبداللہ علیہما السلام و علی ابراہیم نیز ماثور است حاصل آیہ آں است کہ جنسیت بسبب الفت صحبت است وچوں سید عالم ﷺ پاک ترین موجود است پس ازواج او نیز البتہ پاک و پاکیزہ از بد از شائبہ بدکاری۔

ترجمہ:- اور جبائی نے کہا ہے کہ مُراد یہ ہے کہ ناپاک عورتیں مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مردان کی طرف راغب اور پاک عورتیں واسطے پاک مردوں کے اور پاک مردوں کا میلان پاک عورتوں کی طرف ہے اور یہ قول ابو جعفر امام محمد باقر و ابو

عبداللہ امام جعفر صادق علیہما السلام وعلی ابائھما سے بھی منقول ہے۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ جنسیت صُحبت کی اُلفت کا سبب ہے اور جب سید عالم ﷺ تمام موجودات سے زیادہ پاک ہیں تو آپ کی ازواج بھی لازماً پاک اور پاکیزہ ہیں ہر شائبہ بدکاری سے اور بعینہ یہ روایت مُلا محسن رضا کاشانی نے اپنی مایہ ناز کتاب ''تفسیر صافی'' میں اسی آیت کے تحت نقل کی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ ''فقہ جعفریہ کا نام لینے والے'' ان دو جید اماموں کے ارشادات گرامی کا کیا احترام کرتے ہیں؟ آیا اس پر ایمان لا کر انکی محبت وعقیدت کا ثبوت دیتے ہیں یا کہ اس کو بھی اپنی عادت قدیمہ کے مطابق تقیہ پر محمول کر کے ان سے عداوت وعناد کا اظہار کرتے ہیں۔ معزز قارئین کرام ازوج مطہرات کو جو شرف اور قرب اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے وُہ خدا کی ساری مخلوقات میں سے کسی کو نہیں ملا اور نہ تا قیام قیامت ملنے کا امکان ہے یہ ان کی جزوی فضیلت ہے تمام کائنات عالم پر۔ تو پس اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دُشمن اور گستاخ منکرِ قرآن ہونے کی وجہ سے خالص کافر ومنافق، لعنتی اور مرُدود ہے۔ رہی وُہ روایت تاریخی جس کی طرف بابر صاحب نے اشارہ کیا ہے تو وہ سراسر جھوٹ اور روافض کا افترا ہے۔ حضرت شیخ عبدُالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ''اور ان کی (مائی صاحبہ کی) وفات ۵۸ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عُمر مُبارک چھیاسٹھ سال کی تھی اور وصیّت فرمائی تھی کہ رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ آپکی نمازِ جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات طبعی تھی یہ جو کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھود کر اُوپر سے بند کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضیافت کے لیے بلایا تو وہ اس میں گر پڑیں اور رحلت فرما گئیں یہ روافض کا جھوٹ وافتراء ہے۔ ''مدارج النبوت فارسی ج ۲، ص ۴۶۸''۔ معلوم ہُوا کہ وُہ تاریخی روایت شیعوں کی گھڑی ہُوئی ہے جو کہ قطعاً ناقابلِ حُجت ہے۔

الصلوۃ خیر من النوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان میں کہلوایا

سوال ﴿ نمبر 3: ›› کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار یا حق ہے اگر نہیں تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا ''اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم'' نماز تراویح با جماعت، چار تکبیروں پر نماز جنازہ، متعہ حرام قرار دینا، تین طلاق جو ایک ساتھ دی جائیں بائن قرار دینا اور قیاس کو اُصول قائم کرنا کہاں تک درست ہے اور کیا یہ صراحتاً مداخلت فی الدّین نہیں ہے؟۔ ﴿بحوالہ ''دعوتِ فکر دینی'' مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۳﴾

جواب ﴿ ›› اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ دین میں کمی بیشی کرے۔ یہ عقیدہ تمام اہلِ ایمان کا ہے اور ایسا کرنے والا (یعنی دین میں کمی بیشی) یقیناً بدعتی اور مُلحد ہے اور یہ کہنا کہ سیدّنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اذان میں ''اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم'' کا اضافہ کیا ہے۔ نیز نمازِ جنازہ پر چار تکبیریں، حرمتِ متعہ اور تین طلاق کا ایک ہی مجلس میں بائن قرار دینا امیر المؤمنین حضرت فارُوق اعظم رضی اللہ عنہ کا مداخلت فی الدّین ہے کتاب وسنّت سے لاعلمی کی زبردست دلیل ہے بلکہ مذکورہ احکام قرآن شریف وحدیثِ مُبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ بخوفِ طوالت تفصیلاً تحریر نہیں کیا جاتا اور اگر آپ کی بات جو کہ سراسر باطل ہے تسلیم بھی کرلی جائے تو بھی ازرُوئے قرآن وسنّت خُلفائے راشدین علیھم الرضوان کی اطاعت واجب ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اور اپنے خلفاء کی سنّت کو لازم قرار دیا، حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن"

ترجمہ: تُم پر میری اور میرے خلفائے راشدین المہدیین کی سنّت پر عمل کرنا ہے

حدیث:۔ "وعن حذیفتہ قال قال رسول اللہ ﷺ اِنّی لاادری ما بقائی فیکم فاقتدوابا لّذین من بعدی ابی بکرٍ و عُمر"۔

﴿مشکوٰۃ شریف ص ۵٦۰﴾

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ تُم میں میری بقا کتنی ہے پس میرے بعدوالوں کی پیروی کرو یعنی ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اور کیا مجھے آپ سے بھی سوال کرنے کا حق ہے اور میں پُوچھ سکتا ہُوں کہ آپ کہیں یہ دکھا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی یہی اذان دی جاتی تھی جو کہ آج شیعہ اپنی مساجد اور امام باڑوں میں دیتے ہیں اگر یہی اذان تھی تو دکھاؤ کہاں لکھی ہوئی ہے اور اگر نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو شیعوں کو یہ حق کسِ نے دے دیا کہ اذان جو کہ شعائرِ اسلام میں سے ہے اُس میں اپنی مرضی کے مطابق آئے دن کتاب وسنّت کے خلاف الفاظ اور جُملے داخل کرتے چلے جائیں؟ مگر یادرکھو کہ تاقیامِ قیامت شیعہ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ عہد رسالت میں یہی اذان موجود تھی ائمہ اہل بیت میں سے کسی امام کے زمانہ میں، اور زمانہ تو کیا کسی امام کے قول و فعل سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ راقم لحروف کا دعویٰ ہے کہ تمام دُنیا کے رافضی جمع ہوکر کسی کتاب سے یہ نہیں دکھا سکتے کہ یہ اذان جو کہ اب شیعہ پڑھتے ہیں نبی پاک کے یا ائمہ اہلبیت کے زمانہ میں کسی نے پڑھی ہو بلکہ اس کے برعکس شیعوں کی صحاح اربعہ میں موجود ہے کہ جو شخص اذان میں علی ولی کہتا ہے وُہ لعنتی ہے۔

"والمفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخباراً وزادوا فی الاذان محمد وال محمد خیر البریہ مرّتین وَفی بعض روایاتھم بعد اشھد ان محمد رسول اللہ، اشھدُ ان علیاً وَلی اللہ مرّتین" حوالہ "من لا

محضرہ الفقیہ'' ۹۳ باب الاذان والاقامت۔

ترجمہ:۔فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ ان پر لعنت کرے۔ کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں "محمد وآلِ مُحَمَّد خیر البریّۃ" دو مرتبہ پڑھایا اور ان ہی کی بعض روایات میں "اشھد ان محمد رسول اللہ" کے بعد "اشھد ان علیّ ولیّ اللہ" دو دفعہ موجود ہے۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ یہ تمام مذہب شیعہ کا ڈھانچہ یعنی ماتم، تابوت، گھوڑا اور علَم وتعزیہ کا دخول وخروج یہ تمام کام دین ہیں یا نہیں؟ اگر دین ہیں تو عہد رسالت میں ان کا وجود ثابت کرو اور دکھاؤ کہ یہ تمام چیزیں اس وقت موجود تھیں اگر کہو کہ یہ دین نہیں ہے تو ازارہِ کرم اُمتِ مُسلمہ پر رحم کرتے ہوئے اعلان کر دو کہ اَے گروہِ شیعہ کیوں جھگڑتے ہو یہ اُمور تو سراسر حرام ان کو دین متین سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیوں آئے دن ان امورِ ممنوعہ کی وجہ سے دنگا وفساد پھیلاتے ہو اور ان حرام اُمور کی حمایت کرکے دین سے بے دین ہو رہے ہو؟ یہ فیصلہ آپ کے انصاف پر چھوڑتا ہوں اگر چہ امید انصاف ندارم!۔ آخر میں سنیے حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق صُبح کی اذان میں جو کلمات پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابُو محذورہ رضی اللہ عنہ کو جو اذان حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی اس میں یہ بھی فرمایا "فان کان صلوۃ الصبح قُلْتَ الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" (مشکوۃ شریف۔باب الاذان ۶۳) ترجمہ: پس اگر صبح کی اذان ہو تو "اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" دو مرتبہ کہہ لے، نیز حضور ﷺ ایک مرتبہ آرام فرما رہے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دروازے پر آکر "اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ما احسن ھذا یا بلال اجعلہ فی اذانک" بلال کیا ہی اچھا کلمہ ہے اسے اذان میں شامل کرلو۔ ﴿المعجم الکبیر ج ۱، ص ۳۵۵، رقم: ۱۰۸۱﴾ اور مسند ابو یعلی میں ہے کہ "وَزَادَ بِلَالٌ فِي نِدَاءِ صَلَاةِ الْفَجْرِ اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فَاَقَرَّھَا نبیُّ اللہ ﷺ" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان میں اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ پڑھا

تو حضور ﷺ نے اسے پسند فرمایا اور بحال رکھنے کا حکم فرمایا۔

{مسند ابو یعلیٰ موصلی، ج ۵، ص ۶۸، ۵۴۷۹}

علاوہ ازیں کئی کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے۔ اور اس سے آپ کو اس قدر چڑ کیوں ہے جب کہ آپ کی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ ۹۳ باب الاذان و اقامت" میں موجود ہے کہ فرمایا امام جعفر علیہ السلام نے کہ

ولا باس ان یقال فی صلوٰۃ الغداۃ علی اثر حیّ علی خیر العمل الصّلوٰۃ خیرٌ مّن النّوم مرّتین

ترجمہ:- اگر صبح کی اذان میں "حیَّ علی خیر العَمَل" کے بعد "الصّلوٰۃُ خیرٌ مِّنَ النّوم" دو مرتبہ کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

خاطی کون؟

سوال ﴾ نمبر 4: ›› اصولِ فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑیں تو دونوں جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے۔ جب ایسا ہے تو جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے طرفین کے بارے میں دونوں کس طرح سچے ہیں جو صاحب غلطی پر تھے ان کی نشان دہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطا ہوئی کیا قاتل و مقتول دونوں جنت میں جائیں گے ﴿دعوتِ فکر دینی ص ۳﴾ (استغفر اللہ)۔

جواب ﴾ ›› یہ سوال بھی سراسر جہالت پر مبنی ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارونِ علیہما السلام کا واقعہ جو کہ قرآن شریف میں ہے کیا اسکا یہی جواب ہے کہ ان میں سے معاذ اللہ کون جھوٹا اور کون سچا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو داڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا تو بتائیے کہ آپ کے اس خود ساختہ اصول کے مطابق کس کو حق پر اور کس کو باطل پر کہیں گے۔ جبکہ دونوں عظیم الشان پیغمبر ہیں۔

"وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ (الآیت)"

ترجمہ:- اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا اور دُوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

"قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ"

ترجمہ:- اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سَر کے بال۔

ور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بعض معاملات میں اختلاف کے بارے میں کیا فیصلہ دیتے ہو جو
ر شیعہ اور تاریخ میں موجود ہے اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

کے جھگڑے کے بارے میں فرمایئے کیا حکم ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد ۷۶ تا ۷۷"۔

واقعہ (۱)۔ ابن بابویہ بسند معتبر روایت کردہ است کہ شخصے از حضرت صادق علیہ السلام پرسید کہ آیا آتش از پئے جنازہ مے تواں برد و مجمرہ و قندیل و امثال آں باجنازہ مے تواں برد پس رنگ مبارک حضرت متغیر شد فرمود کہ یکے از اشقیا بنزد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آمد و گفت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ دختر ابو جہل را خواستگاری نمود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آں ملعون را سوگند داد آں ملعون سہ مرتبہ سوگند یاد کرد کہ آنچہ مے گویم حق است حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بسیار متغیر شد زیرا کہ در جبلت زناں غیرتے حق تعالیٰ قرار دادہ۔ چنانچہ برمرداں جہاد واجب گردانیدہ واز برائے زنیکہ باوجود غیرت صبر کند ثوابے مقرر فرمودہ مثلِ ثواب کسے کہ مرابطہ کنند در سرحد مسلماناں از برائے خدا پس غمِ فاطمہ رضی اللہ عنہا شدید شد و در تفکر ماند تا شب شد چوں شب درآمد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ را بر دوشِ راست و جناب امام حسین رضی اللہ عنہ را بر دوش چپ گرفت و دست ام کلثوم رضی اللہ عنہا را بدست راست خود گرفتہ بہ حجرہ پدر رفت چوں حضرت امیر بحجرہ درآمد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا را آنجا ندید غم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدید شد و بسیار عظیم نمود بر او و سبب آں حالت را ندانست شرم کرد کہ آں حضرت را از خانہ

پدر خود طلب نماید پس بیرون آمد بسوئے مسجد در نماز کرد بسیار پس بعضے ریگ مسجد را جمع کرد و برآ تکیه فرمود، چوں حضرت رسالت حزن فاطمہ رضی اللہ عنہا را مشاهده نمود غسل کرد و جامہ پوشیده مسجد درآمده و پیوسته در مسجد نماز مے کرد و مشغول رکوع و سجود بود هر دو رکعت نماز را که ادا مے کرد از حق تعالیٰ سوال مے نمود که حزنِ فاطمہ رضی اللہ عنہا را زائل گردند زیرا که وقتے که از خانہ بیرون آمد فاطمہ رضی اللہ عنہا را دید که پہلو به پہلوے گردید و ناله هائے بلندے کرد۔ چوں حضرت دید که او را خواب نمی برد و قرار نمی گیرد۔ فرمود که بر خیزاے دُخترِ گرامی، چوں برخاست حضرت رسول ﷺ امام حسن رضی اللہ عنہ را برداشت وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب امام حسین رضی اللہ عنہ را برداشت و دست اُم کلثوم رضی اللہ عنہا را گرفت و از خانه بسوئے مسجد آمدند تا آنکه نزدیک حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ رسیدند واُو را خواب بود پس حضرت رسُول ﷺ پائے خود بر پائے حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ گذاشت و فشرد و فرمُود که "بر خیزاے ابو تراب بسا ساکنے را از جا بدر آوردۂ برد و ابوبکر و عمر و طلحہ رضی اللہ عنہم را بطلب حضرت امیر رفت و ابو بکر رضی اللہ عنہ را از خانه، بیرون آورد چوں نزد حضرت حاضر گردیدند حضرت رسول ﷺ فرمود" که یا علی مگر نیدانی که فاطمہ رضی اللہ عنہا پارۂ از تن من است و من از اویم پس هر که اُو را آزار کند مرا آزار کرده است و هر که او را آزار کند بعد از وفات من چناں

است کہ آزار کردہ است او را در حیات من........ ہر کہ او را آزار کند در حیات من چناں است کہ او را آزار کردہ باشد بعد از مرگ من حضرت امیر عرض کرد بلے چنیں است یا رسول اللہ علیہ السلام "حضرت رسول فرمود پس تراچہ باعث شد کہ چنیں کارے کردی حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ فرمود" بخدائیکہ ترا براستی بخلق فرستادہ است سوگند یاد مے کنم کہ ہیچ یک ازآنہاکہ بفاطمہ رضی اللہ عنہا رسیدہ است واقع نیست و بخاطر من خطور نکردہ است۔

ترجمہ:-ابن بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا دُرست ہے یا نہیں پس حضرت امام علیہ السلام کا رنگ متغیر ہو گیا یعنی ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ ایک بد بخت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور منگنی کر لی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس ملعون سے قسم طلب کی۔اس ملعون نے تین مرتبہ قسم کھائی کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت غمناک ہو گئیں اور غیرت کی وجہ سے آپ کا دل زخمی ہو گیا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی فطرت میں غیرت رکھ دی ہے جیسا کہ مردوں پر جہاد واجب کر دیا ہے اور جو عورت غیرت کے موقع پر صبر کر جائے اس کے لئے ثواب مقرر کیا ہے جتنا کہ اس غازی کو ملتا ہے جو مُسلمانوں کی سرحد کی حفاظت میں خُدا کی رضا مندی کے لیے بیٹھا ہُوا ہے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم بہت زیادہ ہو گیا اور آپ سارا دن فکر میں رہیں یہاں تک کہ رات داخل ہو گئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو دائیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں بازو پر اُٹھایا اور اُمِ کلثوم

رضی اللہ عنہا کے ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا اور اپنے باپ کے گھر چلی گئیں۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں نہ دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت غمناک ہوئے اور اس حادثے کا سبب معلوم نہ ہو سکا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو انکے باپ کے گھر سے بلانے میں شرم دامنگیر ہوئی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں چلے گئے اور بہت نمازیں پڑھیں۔ پھر مسجد کی ریت جمع کر کے سرہانہ بنایا اور لیٹ گئے۔ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ کے غم کا مشاہدہ کیا تو غسل کیا اور نئے کپڑے پہن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور بہت نمازیں پڑھیں اور رکوع وسجود میں مشغول رہے ہر دوگانے کے بعد خدا تعالیٰ سے سوال کرتے تھے کہ فاطمہ کے غم کو زائل کرے۔ یہ اس لیے کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت بے چین دیکھا تھا بے چینی کے سبب سے کروٹیں بدلتی تھیں اور لمبی لمبی آہیں بھرتی تھیں۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نیند نہیں آتی اور سخت بے آرامی ہے۔ تو فرمایا اے میری پیاری بیٹی اُٹھ کھڑی ہو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اُٹھ کھڑی ہوئیں پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اُٹھا لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اُٹھا لیا اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لے آئے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے درآنحالیکہ آپ نیند میں تھے۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر رکھ کر دبایا اور فرمایا کہ ''اُٹھ اے ابوتراب بہت سے گھروں میں بسنے والوں کو تو نے خانہ بدر کیا ہے، جا اور ابوبکر، عمر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کو بلا کے لے آ''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو ان کے گھروں سے بلا کے لے آئے۔ جب دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حاضر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو نہیں جانتا کہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ پس جو شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دُکھ دیتا ہے وہ مجھ کو دکھ دیتا ہے اور جو شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میری وفات کے بعد دکھ دیوے گا وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری زندگی میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دکھ دیا اور جو شخص میری زندگی میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آزردہ کرے، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میرے مرنے کے بعد دکھ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ واقعی اسی طرح ہے یارسول اللہ۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لیے کیا چیز اس کاروائی کا باعث ہوئی ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا " مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو ساری مخلوقات کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے جو کچھ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا ہے۔ ان باتوں میں سے کوئی بات واقع نہیں ہوئی اور میرے دل میں اس چیز کا خیال بھی نہیں آیا"۔

واقعہ (نمبر۲): ملاحظہ ہو "احتجاج طبرسی" مطبوعہ نجف اشرف صفحہ ۶۵، ۲۶۱ نیز "ناسخ التواریخ" جلد چہارم از کتاب دوم ص ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱۔

"ارضِ فدک واپس دلوانے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی امداد نہ کی اور گھر میں بیٹھے رہے تو آپ نے فرمایا:

یا بن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین

اے پسرِ ابوطالب خویشتن بشملہ درپیچیدی مانند جنین در رحم وردی از خلق نہفتی چوں مرد متہم

ترجمہ:۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابوطالب کے بیٹے، چادروں کے اندر چھپ گئے جیسا کہ رحم کے اندر بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور لوگوں سے چھپ کر بیٹھ گئے ہو جیسا کہ تہمت والے لوگ آدمیوں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں"۔

بابر صاحب فرمایئے مذکورہ بالا روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے کس کو جھوٹا اور کس کو سچا کہیں گے؟

جعفر عن ابیه ان علیا رضی اللہ عنہ کان یقول لاھل حربہ انا لم نقاتل ھم علی التکفیر لھم ولم یقاتل ھم علی التکفیر لنا ولکنا رأینا انا علی حقٍ ورأوا انھم علیٰ حق ﴿قرب الاسناد ص ۴۵﴾

ترجمہ:۔ جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین کے متعلق فرماتے تھے بیشک ہم ان سے اس لیے نہیں لڑے کہ وہ کافر تھے اور نہ ہی اس لیے کہ وہ ہم کو کافر کہتے تھے بلکہ وجہ یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا اور انہوں نے خود کو حق پر سمجھا۔

قارئین کرام: انصاف سے فرمائیے کہ ایسا واضح تر اور فیصلہ کن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہوتے ہوئے بھی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ ہم کسی کو سچا اور جھوٹا کہہ سکیں۔ اور الحمد للہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد مبارک کے مطابق عین نظریہ اہل سُنّت ہے۔ کہ وہ سب بزرگ مجتہد تھے اور انہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے کوئی گناہ یا معصیت نہیں کی۔

اور بتائیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب لقب ملنے کی کیا وجہ ہے؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں نیز حضرت عباس عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے متعلق کیا فتویٰ ارشاد ہوتا ہے اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ برادر بزرگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شمولیت کر لی تھی۔ ثبوت کے لئے دیکھیئے "تاریخ اسلام" اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۴۵، اور بتائیے کہ یہ آپ کا خودساختہ اصول آپ نے فلسفہ کی کس کتاب میں پڑھا۔ نام اور صفحہ تحریر فرمائیں۔

جاؤ گے تم کہاں اہل سنت کو چھیڑ کر
رکھ دیں گے ہم ترے مذہب کے بخیے ادھیڑ کر

انتخابِ خلیفہ

سوال نمبر 5: کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال پر اُمت نے اپنے نبی کے جنازہ پر خلیفہ کے انتخاب کو فوقیت دی ہو اگر کوئی مثال ماسلف میں نہ ملے تو اُمت مصطفٰے نے ایسا کرنا کیوں کر مناسب سمجھا؟

﴿بحوالہ ''دعوتِ فکر دینی'' مصنفہ بابر علی خان شیعہ ص ۳﴾

جواب یہ سوال بھی سراسر جہالت اور دجل وفریب پر مبنی ہے۔

انبیاء علیہم السلام سابقہ کے خلفاء تو نبی ہوتے تھے ان کے متعلق یہ سوال تب ہوتا جب وہ غیر نبی ہوتے آپ نے تو یہ سوالات کسی اشتہار سے نقل کیے ہیں اس لیے آپ کو کیا علم ہوسکتا ہے کہ سابقہ نبیوں کے خلفاء کون تھے؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سابقہ نبیوں میں سے کسی ایک نبی کا بھی ایسا خلیفہ ہوا ہے جس کی خلافت کا اعلان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نام لے کر کیا ہو لیکن اس کے بعد اُمت نے اس کو خلیفہ نہ بننے دیا ہو۔ کوئی ایک مثال پیش کرو!۔

دعوتِ ذوالعشیرہ کیا تھی؟

سوال نمبر 6: دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وعدہ نصرت کیوں نہ فرمایا کیا یہ دونوں بزرگ دعوتِ ذوالعشیرہ میں شامل نہ تھے تو رسول اللہ کے قریبی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

﴿بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنفہ بابر علی خان شیعہ ص ۴﴾

جواب اے شیعو! خدا سے ڈرو کیوں کتاب وسنت کو چھوڑ کر دُور جا رہے ہو۔ دعوتِ ذوالعشیرہ میں آخر ہوا کیا تھا؟ یہی نا کہ آپ نے جملہ بنی ہاشم کو تبلیغ فرمائی۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تبلیغ فرمائی ہو اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا ہو۔ خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو وہ ہیں کہ خُدا کی زمین پر سب سے پہلے جس نے رسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام پر لبیک کہا اور سب سے قبل دعوتِ حق کو قبول کرتے ہُوئے حمایتِ اسلام میں دل وجان سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہُوئے اور آپ ہی کی دعوت پر جیدّ صحابہ کرام علیہم الرضوان مثلاً امام مظلوم سیدّ نا عثمان ذوالنورین اور زبیر بن عوام حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ سیّد نا صدیق اکبر کا سب سے پہلے اسلام لانا کُتب تواریخ کے علاوہ شیعوں کی معتبر کتاب "مجمع البیان جلد ۳: ۶۵" میں بھی موجود ہے۔ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ بَعْدُ خَدِیْجَہ، اَبُوْبَکْرٍ۔ (ترجمہ) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ بابر بیچارے کو کیا علم کہ دعوتِ ذوالعشیرہ کے

کہتے ہیں۔ سنیئے کہ وہ کیا تھی!۔

''صحیحین میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے پکارا ''یا بنی فہر، یا بنی عدی، جتنے قریش کے قبائل تھے ان کے نام لے لے کر بلایا'' یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے اور جو خود نہ آسکا اُس نے کوئی آدمی بھیج دیا جو بات سُن کر اُسے بتائے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس وادی میں سواروں کا دستہ ہے جو تُم پر شب خُون مارنا چاہتا ہے تو کیا تُم میری بات مانو گے۔ سب نے جواب دیا ضرور مانیں گے کیونکہ آج تک ہم نے آپ کو غلط بیانی کرتے ہوئے نہیں سُنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سُنو'' فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ '' کہ میں تمہیں عذاب شدید آنے سے پہلے متنبہ کر رہا ہوں کفر وشرک سے باز آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مان لو ورنہ تمہیں برباد کر دیا جائے گا گستاخ اُبولہب اُنگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا ''تبالك سَائِرِ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جمعتنا'' تمہیں سارا دن خرابی ہو۔ کیا تو نے اس لیے ہمیں جمع کیا، حضور خاموش رہے لیکن اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیتے ہوئے پوری سُورت نازل فرمائی جس کی پہلی آیت ہے۔ ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ'' یہ ہے مختصر واقعہ دعوتِ ذوالعشیرہ کا۔ بتایئے اس میں کون سی بات قابلِ اعتراض ہے جو جناب کو نظر آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے سوائے اشتہار کے کچھ نہیں پڑھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں بھائی فرمایا

سوال نمبر 7: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بقول اہلسنت تمام اُمتِ محمدیہ سے افضل ہیں تو بوقت مؤاخات یعنی جب رسُول اللہ نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابوبکر کو کیوں نہ اپنا بھائی بنایا جبکہ تاریخ شاهد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ذوالعشیرہ اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بوقت مؤاخات فرمایا: "یَاعَلِیُّ اَنْتَ اَخِی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" انصاف مطلوب ہے۔

﴿بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنفہ بابر علی خان شیعہ ص ۴﴾

جواب یہ سوال بھی بابر صاحب نے جہالت اور دشمنی اسلام کی وجہ سے کیا ہے ورنہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا بھائی فرمایا ہے۔ کتب احادیث کا مطالعہ کرنے والے کو اس کا پورا علم ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن عبداللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَّ لٰکِنَّہٗ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ وَقَدْ اتَّخَذَ اللہُ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلًا رواہ مُسْلِمْ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دوست بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں اور اللہ نے تمہارے صاحب کو دوست بنایا۔ راویت کیا ہے اس کو

مُسلم نے۔

اور دُوسری حدیث کے آخری میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وَلٰکِنِ اِخُوَّۃُ الاسُلَامِ وَمَوَدَّتُہٗ"

ترجمہ:۔لیکن اسلام کا بھائی چارہ اور اسکی دوستی ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت عُمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھائی فرمایا، چنانچہ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں......

حدیث نمبر(۱):۔عَنْ عُمَرَ اَنَّ رسول اللہ ﷺ قال لہٗ لا تنسنا یا اَخی من دُعائِكَ

حدیث نمبر(۲):۔عن عُمَرَ ایضاً اَن النبی ﷺ قال لہٗ یا اَخی اشر کنا فی صالح دُعائك ولا تَنسینا۔

ترجمہ:۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی بیشک رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے میرے بھائی اپنی نیک دعاؤں میں مجھے نہ بھولنا۔

﴿الصواعق المحرقہ:۹۸﴾

نیز شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا بھائی فرمایا۔

﴿نہج البلاغۃ:۵۵۱﴾

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دُوسرے محاربین کو اپنا بھائی فرمایا ہے ملاحظہ ہو"قرب الاسناد:۴۵"

جعفر عن ابیہ ان علیًا علیہ السّلام لم یکن
ینسب احد امن اھل حربہ الی لشّرك ولا الی النفاق و لکن
یقول ھم اخوننا بغوا علینا

ترجمہ:۔جعفر اپنے باپ سے راویت کرتا ہے بیشک علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین

میں سے کسی کو بھی شرک اور نفاق کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے لیکن فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔انہوں نے ہم پر بغاوت کی۔

قارئین کرام! ایمان سے بتایئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کن ارشاد مُبارک کے ہوتے ہوئے بابر صاحب کے مؤقف کی نوعیت کیا رہ جاتی ہے۔یہ بات بھی ناقابل فراموش ہے کہ بابر صاحب کی پیش کردہ حدیث کے راوی سیدّنا عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما ہیں۔تو میں پُوچھتا ہُوں کہ بابر صاحب کیا آپ کا ایمان اپنی پیش کردہ حدیث کے راوی سیّدنا عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما پر ہے؟ تو جب شیعوں کا ایمان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر نہیں اور ان کے نزدیک معاذ اللہ وہ مسلمان ہی نہیں تو ان کی بیان کردہ حدیث کِسطرح قابلِ قبول ہوسکتی ہے،اور جب حدیث ہی ناقابل اعتبار ہو تو اس سے استدلال کب صحیح ہوگا اور جب استدلال ہی غلط ہُوا تو سوال کیسا۔

قارئین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انکار سے جہاں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ تمام دین قرآن وحدیث معطون ومشکوک ہوجاتا ہے کیونکہ دین اسلام بواسطہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہم تک پہنچا ہے۔ان پر طعن دراصل دین اسلام پر طعن ہے۔وہاں یہ بھی خرابی لازماً آتی ہے کہ حضرت سیدّنا علی وسیّدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور جناب سیدّہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کا باب ختم ہوکر رہ جاتا ہے کیونکہ جن احادیث میں ان حضرت کے فضائل ومناقب وارد ہُوئے ان کے راوی بھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔جب وہ معیارِ حق اور سچے نہ رہے بلکہ شیعہ مذہب کے مطابق مُسلمان ہی نہ رہے معاذ اللہ تو ان کی بیان کردہ احادیث خود بخود درجہ اعتبار سے ساقط ہوجائیں گی اور پھر وہی بات بنے گی جو شیعہ چاہتے ہیں کہ ”نہ رہے بانس نہ بجے بانسری“ علاوہ ازیں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”موضوعات کبیر“ میں حرف یا کے بیان میں فرمایا:

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ ان وَصَايَا عَلَى الْمَصْدِرَةُ بياء النداءِ كُلُّهَا مَوْضُوْعَة غَيْرَ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَا عَلِي اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسىٰ اِلَّا اِنَّهُ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ

ترجمہ:۔بعض محققین کہتے ہیں کہ علی کے بارے وہ وصیتیں جن کا کلمہ ندا یہ ہے سب کی سب موضوع ہیں سوائے اس حدیث کے يَا عَلِي اَنْتَ مِنِّي بِمُنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسىٰ اِلَّا اِنَّهُ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ

قلیل الروایت کی وجہ!

سوال نمبر 8: اہل سنت کی حدیث کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ وغیرہم سے کثرت سے احادیث پیغمبر مروی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت المرتضیٰ حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حُسین سے احادیث کثرت سے بیان نہیں ہوئیں جبکہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا''۔ کیا حضرت علی کو پیغمبر کے پاس رہنے کا موقع کم ملا تھا؟

(بحوالہ ،،دعوتِ فکر دینی،، ۴۴ مصنفہ بابر علی خاں شیعہ)

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال اور مشاغل مختلف تھے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے احتیاط کو اِسی میں خیال فرمایا کہ قرآن مجید کو جمع کر کے وعدۂ الٰہی کے مطابق ہر قسم کے تغیر وتحریف سے محفوظ کر دیا جائے اور احادیث کو کم روایت کرنا بوجہ احتیاط کے تھا کیوں کہ وہ اسی میں احتیاط سمجھتے تھے ورنہ کیا وجہ ہے کُتب حدیث اہلسنت میں خلفائے راشدین علیہم الرضوان سے بھی روایت بہت کم ملتی ہیں بلکہ سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی نسبت زیادہ روایت کُتب اہلسنت میں موجود ہیں تو کیا اہل سنت کی کتابوں میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے روایت کا کم منقول ہونا اس کی دلیل ہے کہ معاذ اللہ اہل سُنت ان کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے؟ بابر صاحب اس کی وجہ آپ ہم سے کیوں پوچھتے ہیں؟ اپنی معتبر کتب سے ہی کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ''نہج البلاغہ''

،، جناب مرتضٰی نے بچپن سے لے کر وفاتِ نبوی ﷺ تک کامل تیس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت و رفاقت میں بسر کیے اس لیے ارشاداتِ نبوی ﷺ کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے پھر تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ آپ نے عمرُ پائی یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشادو افادات کی مسند پر جلوہ گر رہے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ کے سپرد رہی ان کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا اس لیے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کا سب سے زیادہ ہے لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیش رو خلفاء رضی اللہ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح محتاط اور متشدّد تھے۔ اسی لیے دُوسرے کثیر الروایۃ صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے کلُ پانچ سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں۔ ''نہج البلاغۃ:۲۵'' اور جب کہ سیدّ نا حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کل حدیثیں پانچ سواُنچاس اور سیدّ نا صدیق اکبر اور امام مظلوم سیدّ نا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے اس بھی کم حدیثیں مروی ہیں آپ بتائیے کہ کتب شیعہ میں دُشمنانِ ائمہ سے (جن پر امام بر سرِ عام لعنت کرتے رہے) کثرت سے کیوں روایات موجود ہیں۔ تسلّی کے لئے دیکھئے ''رجال کشی:۹۵''۔

''قال اصحاب زرارۃ من ادرک زرارۃَ بن اعینٍ فقد ادرک اباعبداللہ،،

ترجمہ:۔اصحابِ زرارہ کہتے ہیں کہ جس نے زرارہ کو پالیا

اس نے امام جعفر صادق کو پالیا،،

ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کسی کی تعریف کیا ہوسکتی ہے؟ مگر سوال تو امانت و دیانت اور کردار کا ہے اس کے متعلق ملاحظہ ہو''حق الیقین اُردو صفحہ:۲۲۷'' یہ حکم اسی بات کے حق میں ہے جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زرارہ اور اُبو

بصیر،،۔یعنی زرارہ اور ابو بصیر بالاجماع گمراہ ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی راہنمائی کیا کرے گا جس راہ پر وہ خود چلا ہے دُوسروں کو بھی اُسی راہ پر چلائیگا۔

قَالَ جَعْفر زرارہ شرمِّنَ الیَھُوْدِ وَالنَّصٰرٰی وَمَنْ قَالَ اِنَّ اللہ ثَالِثْ ثِلَاثَہ

﴿رجال کشی:۱۰۷﴾

ترجمہ:-امام جعفر نے فرمایا کہ زرارہ تو یہود و نصریٰ اور تثلیث کے قائلین سے بھی بُرا ہے۔

امام جعفر کا زرارہ کو قائلینِ تثلیت سے بھی بُرا قرار دینا خالی از علت نہیں اور نہ بری شاعری ہے اس لیے یہ مُراد ہو سکتی ہے کہ امام نے زرارہ کے متعلق آگاہ کر دیا کہ جس طرح قائلین تثلیت نے دینِ حق سے مُنہ موڑ کر تثلیت کا عقیدہ گھڑ لیا اور ایک مخلوق کو گمراہ کیا اسی طرح زرارہ بھی دین اسلام سے منحرف ہو کر ایسے عقائد گھڑیگا کہ ایک دُنیا گمراہ ہو جائے گی اور واقعی امام کا خدشہ درست ثابت ہُوا۔امام جعفر نے فرمایا:

''لَعَنَ اللّٰہُ زرارۃ لَعَنَ اللّٰہُ زرارۃُ لعن اللہ زرارۃ'' ﴿رجال کشی:۱۰۰﴾

ترجمہ:-یعنی امام جعفر نے تین مرتبہ فرمایا کہ''اللہ لعنت کرے زرارہ پر''

کتب شیعہ کا مطالعہ کرنیوالوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ زرارہ شیعہ مرویات کا رئیسِ اعظم ہے جس کو امام نے با تاکید ملعون قرار دیا۔اور ایسا ہی حال شیعہ کے دُوسرے راویوں کا ہے چُونکہ زرارہ ان سب کا استاد ہے'''' نظام شریعت اور فقہ جعفر تالیف جناب چوہدری امان اللہ لک ایم اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ گجرات''۔

بابر صاحب اب بتایئے کہ دُشمنانِ ائمہؑ بے ایمانوں منافقوں سے تُم روایت لیتے ہو یا ہم سوچ سمجھ کر جواب دیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ مذہب شیعہ کو خیر باد کہہ کر مذہب حق اہلسنّت کو تسلیم کر لیں اللہ تعالیٰ توفیق دے (آمین)

اصل اختلاف کیا تھا؟

سوال نمبر 9: اگر کوئی خلیفہ وقت کو نہ مانے اور اس کی علی الاعلان مخالفت کرے تو اس کی سزا کیا ہے مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ اور معاویہ نے تو خلیفہ وقت حضرت علی سے جنگیں کی ہیں۔ ان کے واقعات جنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمائیں کہ خلیفہء رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کی سزا کیا ہے؟ (انصاف مطلوب ہے)

﴿بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ﴾

جواب: یہ سوال تو تب ہوتا کہ اگر انعقاد خلافت ہو چکنے کے بعد انکار خلافت کرتے اور شیعہ ان دونوں باتوں کو ثابت نہیں کر سکتے۔ قبل از انعقاد خلافت ایک دوسرے کے خلاف رائے دینا بالکل درست اور جائز ہے۔ باقی آپ یہ بھی نہیں دکھا سکتے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی وقت یہ فرمایا ہو کہ ہم خلافت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتے۔ پہلے یہ ثابت کریں اور پھر سوال کریں۔ اذلیس فلیس ان کے مابین جو وجہ اختلاف کی تھی، اس کی تو شاید آپ جیسے جُہلا کو ہوا تک نہ لگی ہو۔ آیئے ہم آپ کو اس اختلاف کی وجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنواتے ہیں۔

وَكَان بَدْءُ أَمْرِنَا إِنَّا التقينا والقوم من اهل الشام والظاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ و نبيّنا وَاحِدٌ ودعوتنا في الاسلام واحدةٌ ولا نستزيدُ هُمْ في الايمان

باالله وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يستزيدُ وننا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِن دَمِ عثمان وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَآءٌ۔ ﴿نہج البلاغۃ ۱۱۸﴾

ترجمہ:- معاملہ اس طرح شروع ہوا کہ ہم اور شامی مقابلے پر نکلے۔ ظاہر ہے ہم سب کا پروردگار ایک، ہمارا نبی ﷺ ایک، ہماری دعوتِ اسلام ایک تھی۔ نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق رسل ﷺ میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے کرتے تھے۔ ہم سب ایک تھے۔ اختلاف تھا تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں تھا۔ حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشاد مبارک سے واضح ہوگیا کہ ان میں اختلاف صرف خونِ عثمان رضی اللہ عنہ میں تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آپ سے اس کے علاوہ کوئی اور اختلاف نہیں تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لینے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فوری مطالبہ کرتے تھے اور آپ اپنی مجبوری کو ظاہر کرتے رہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خونِ سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر کے کون سا جرم کیا؟ یہ تو عین تقاضائے حکیم خداوندی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (الآیت)۔

ترجمہ:- اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں
ان کے خون کا بدلہ لو۔

لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ قصاص بالکل قرآن کے حکم کے مطابق تھا۔ البتہ کوئی خارجی یہ سوال کرے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حکم کے مطابق سیدنا امام مظلوم ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ چونکہ از روئے قرآن یہ ضروری تھا اور امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قصاص نہ لینا صریحاً

خلاف قرآن وسنت ہے تو اس کا کیا جواب دو گے یہ وہی سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں جن کے قتل کی افواہ سنتے ہی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاننے کے باوجود کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہنوز خیر و عافیت سے زندہ ہیں۔ قصاص کا بے مثال طریقہ سے اہتمام اور ارادہ فرمایا۔ کیوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ جانتے تھے کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ میرے پیارے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اسلام دشمن عناصر اور لعین قسم کے لوگ انتہائی بے رحمی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظلماً شہید کر ڈالیں گئے تو میرا یہ اہتمام قصاص عثمان رضی اللہ عنہ اُس وقت راہنمائی کا کام دے گا۔ تو سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ اُٹھا کر سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا تو کیوں کر قابل اعتراض ہوسکتا ہے؟ اور حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جنگ کا الزام لگانے والو! اِس اعتراض کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ حضرت سیدہ کائنات عائشہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہا از رُوئے قرآن اہل ایمان کی ماں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ"

ترجمہ:۔ نبی مومنوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔

اور دُوسری جگہ اللہ جل مجدہٗ قرآن پاک میں حکم فرماتا ہے کہ ماں باپ کے سامنے اُف تک نہ کرو

"فَلَاتَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَاتَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً" (الآیت)

ترجمہ: تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا"

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ماں سے جنگ کیوں کی: وہ اللہ تعالیٰ جو ماں کو اُف تک کہنے سے اُولاد کو منع کرتا ہے وہ اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ

لشکر لے کر ماں پر چڑھائی کر دو اور یاد رہے کہ مدینہ پاک سے پوری فوج لے کر بجانب بصرہ روانہ ہونے والے بھی آپ ہیں اور وہاں جا کر حملہ آور بھی آپ ہی ہوئے۔ اَے قومِ روافض دین متین کی دشمنی سے باز آجاؤ کیونکہ ایسے لغو اور فضول اعتراضات سے جو آپ لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ کوئی ذات بھی بچ نہیں سکتی۔

؎ کیوں دوستی کے پردے میں کرتے ہو دشمنی
کیوں دامنِ ادب کی اُڑاتے ہو دھجیاں

اِسی لیے علمائے اہل سُنّت نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے معاملات میں نہ پڑو ورنہ دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ آیات قرآنی اور احادیث مُبارک کے پیشِ نظر اُس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت نہ رکھے یا ان کے واسطے دُعا نہ کرے اور ان سے کینہ پیدا ہونے سے پناہ نہ مانگتا رہے۔ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین و اولیاء کاملین کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی بُرا بھلا کہنے والا بد دین ہے اور یہ بات خوب سمجھ لینا چاہیے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اُمت کے مُرشد و مُربی اور محبوب و متبوع کا منصب عطا فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے اور ان سے عقیدت و محبت رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ان کی برائی و عیب جوئی کو ناجائز و حرام بلکہ موجب لعنت فرمایا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا ایمان مشتبہ و مشکوک ہے۔

حدیث: "وعن عبداللّٰہ بن مغفّل قال قال رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لَا تَتَّخِذُوْ ھُمْ غَرَضاً مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فیوشَكُ اَنْ یَّاْ خُذَہٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے فرماتے ہیں۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو، پھر اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ، کیوں کہ جس نے اُن سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے بُغض رکھا تو میرے بُغض کی وجہ سے اُن سے بُغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اُس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اُسے پکڑے۔

اور اسی لیے سیدّنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدّنا حضرت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی

"واز خدا بترسید در بابِ اصحاب پیغمبر خود در عایت نمائید آنہارا کہ بدعتی در دین خدا نکردہ اند وصاحب بدعتی را پناہ ندادہ اند بدرستیکہ حضرت رسالت ﷺ وصیّت نمود درحق ایں گروہ از صحابہ رضی اللہ عنہ خود"۔ ﴿جلاء العیون:۲۱۱﴾

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اُن کی رعایت کرنا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی بدعت نہیں کی، اور نہ ہی کسی بدعتی کو اپنے پاس پناہ دی۔

حدیث: "اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔

ترجمہ:۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُرا کہتے ہیں تو کہو تُم پر اللہ کی لعنت ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث:۔واذا ذکرا صحابی فامسکو (مشکوٰۃ شریف)

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق تابعین اور ائمہّ مجتہدین واولیاء کاملین کا نظریہ ملاحظہ ہو۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ الاحمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توقیر و تعظیم کا قائل نہیں وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا" صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ادب و احترام کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے اور ان سے بجز خیر کفِ لسانی کا حکم ہے ان کی عظمت و شان اور ادب و احترام کو جز و ایمان قرار دیا ان کے متعلق کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالے جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص یا کسرِ شان ہوتی ہو یا ان کے لئے سبب ایذا بن سکتی ہو کیونکہ ان کی ایذا خدا کے محبوب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا ہے۔

حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہمیشہ خیر ہی سے کرنا چاہیئے ورنہ زبان کو ذکرِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روکے رکھے یعنی برائی نہ کرے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک

"جو شخص کسی صحابیِ رسول کو برا کہتا ہے وہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی گرفت میں آجاتا ہے "لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" تاکہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے" پس صحابیِ رسول سے غیظ کفار کی علامت اور پہچان قرار دی گئی اور پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پورا رکوع سورۃ فتح سے "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ" تلاوت فرمایا نیز امام مالک کا قول مبارک حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ اپنے مکتوب میں نقل فرماتے ہیں کہ

"جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی خواہ ابو بکر و عمر عثمان ہوں یا معاویہ اور عمر بن عاص رضی اللہ عنہم ہوں برا کہے تو اگر کفر و فسق کا الزام لگائے تو اُس کو قتل کیا جاویگا اور اس کے علاوہ اگر گالیوں میں کوئی گالی دے تو اُسے سخت سزا دی جائے گی"

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ الاحمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہٗ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حقانیت وصداقت کا انکار کرنے کی وجہ سے جو گمراہ کن نتائج نکلتے ہیں ان کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) پس بباید کہ نزد ایں ہاں بدترین اُمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باشند و بدترین صحبت ہا صحبت خیر البشر بود علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: تو چاہیے کہ ان کے نزدیک اس اُمت کے بدترین لوگ صحابہ کرام ہوں "نعوذ باللہ من ذالک" اور سب صحبتوں سے بدترین صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو "العیاذ باللہ"۔ کہ جب جن حضرات نے براہ راست سیّد الاوّلین والآخرین سے دین پڑھا اور سیکھا اور آپ نے پورے تیس برس شب وروز ان کی تعلیم وتربیت فرمائی جب وہی بدترین اُمت ٹھہرے تو نتیجہ خود بخود سامنے آجاتا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تمام صحبتوں سے بُری ہوئی جن کی صحبت میں رہنے والے اتنے بُرے ہیں تو پھر آپکی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے عقائد سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ اور آگے تحریر فرماتے ہیں۔

(۲) "مگر آیات قرآنی واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ در فضل صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام و در افضلیت صحابہ کرام وعلیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام و در خیریت ایں اُمت وارد شدہ اند ندیدہ اند یا دیدہ اند وایمان بآں نداوند قرآن وحدیث بہ تبلیغ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بمارسیدہ است نیز مطعون خواہد بود نعوذ باللہ سبحانہ من ذٰلک مقصود ایں جماعہ مگر ابطال دین اسلامست وانکار شریعت او علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ

وتسلیمات" ﴿مکتوب امام ربانی حصہ ششم دفتر دوم مکتوب سی و ششم﴾

ترجمہ:"شاید انہوں نے آیات قرآنی واحادیث نبوی ﷺ جو صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس اُمت کی خیریت افضلیت میں وارد ہوئی ہے، نہیں دیکھیں یا اگر دیکھی ہیں تو ان پر ایمان نہیں رکھتے۔قرآن وحدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تبلیغ سے ہم تک پہنچے ہیں۔جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطعون ہوئے تو دین جو اُن کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے، مطعون اور نا قابلِ اعتماد ہوگا۔نعوذ باللہ سبحانہ من ذلک۔اس گروہ کا مقصود حضور علیہ السلام کے دین کا ابطال اور آپ کی شریعت کا انکار ہے"۔

(۳)"امام شافعی نے فرمایا ونیز منقول از عمر بن عبدالعزیز است۔ تلك دِمَاءٌ طَهَّرَ الله تعالیٰ عَنْهَا اَیدِینا فلنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلسِنَتَنَا۔ازیں عبارت مفہوم میشود کہ بحقیت یکے وخطائے دیگرے ہم لب نباید کشود"۔

﴿حوالہ مکتوب امام ربانی حصہ ششم دفتر دوم مکتوب سی ششم﴾

ترجمہ:۔امام شافعی فرماتے ہیں نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کے حق ہوئے اور دُوسرے کے خطا پر ہونے کے متعلق بھی لب کشائی نہیں کرنی چاہیے اور سب کو صرف نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔

امام دوم امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتا ہے تو آپ نے غیظ وغضب کا اظہار فرماتے ہُوئے فرمایا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اِس بدبخت کی زبان کاٹ دوں تا کہ آئندہ یہ نالائق اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی صحابی رسول ﷺ کو بُرا کہے اور حضرت عُمر بن عبدالعزیز

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی کو اپنے ہاتھ سے کوڑے نہیں مارے سوائے اس مجرم کے جس نے حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کی تھی۔ اُس گستاخ کو خود اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے۔

امام ابوزرعہ امام مُسلم رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد کا قول مُبارک

جب تم کسی کو دیکھو کہ وُہ کسی صحابیِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حق ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور جو دین خُدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم لائے وُہ حق ہے اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے پہنچا ہے تو جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجروح کیا اور عیب دار قرار دیا بیشک یہ شخص کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ پس اس بد بخت کو ہمیں زندیق اور گمراہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اے مسلمان بھائیو! اپنے عقائد کی تصحیح اور دولت ایمان کی حفاظت کے لئے علمائے اہل سنت سے رابطہ رکھنا نہایت ضروری ہے نیز کتبِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضرت داتا گنج بخش سیدّ نا علی ہجویری اور حضور سیدّ نا غوثِ اعظم اور حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی اور رئیس العارفین امیر الکاملین محب النبی حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ یعنی "کتب اعلیٰ حضرت" عموماً اور "مکتوبات امام ربانی" اور "کشف المحجوب" اور "غنیۃ الطالبین" منسوبہ بنام سرکار غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور "نظام العقائد المعروف بہ عقائد نظامیہ" (وغیرہ)۔

آخر میں بندہ ناچیز مقبول احمد جو کہ عُلمائے ذوالاحترام کا خاک پا بھی نہیں واجب الاحترام علمائے کرام کی خدمت عالیہ میں انتہائی ادب واحترام سے عرض کرتا ہے کہ وُہ علم عقائد کی کتابوں اور مذکورہ کُتب بزرگان کا مطالعہ ضرور فرمایا کریں،

کیوں کہ امسال عرس حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر ایک کتب خانہ میں میری ایک مولوی صاحب سے اُس وقت تلخ کلامی ہو گئی جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ بھائی سُنی شیعہ میں کوئی خاص فرق نہیں۔ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''۔

راقم الحروف سمجھتا ہے کہ یہ تمام خرابیاں عقائد سے جہالت اور عدم مطالعہ کی وجہ سے ہیں اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ اور علمائے اہلِ سنت کا ان جنگوں کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ وہ حضرات نہیں چاہتے تھے کہ آپس میں لڑائیاں ہوں اور سب کے سب قرآن وسُنّت کے عالم وعامل، واقف اور سمجھنے والے تھے۔ ان کی یہ جنگیں غلط فہمی کی بنا پر تھیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ آپس میں تنازعہ ہو مگر شرپسندوں نے جو کہ قاتلین امام مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پورے طور پر بری الذمہ ہیں۔ ان پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور اعتراض کرنے والے اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق مردود وملعون اور دشمن اسلام ہیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما دونوں چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''اے میرے بچو مجھ میں اور علی رضی اللہ عنہ میں کوئی جھگڑا نہیں'' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہماری ماں ہیں اور انکی تعظیم ہم پر واجب ہے۔ ﴿نہج البلاغۃ: ۱۲۹﴾

شیعہ قرآن نے کسے کہا

سوال ﴾ نمبر 10: ◄ جناب رسول خُدا نے کئی بار فرمایا کہ "یا علی انت و شیعتك هُمُ الْفَائِزُوْنَ " ترجمہ اے علی رضی اللہ عنہ تو اور تیرے شیعہ ہی نجات یافتہ ہیں" تو کیا ایسی کوئی حدیث حنفی، شافعی، حنبلی مالکی حضرات کے لیے بھی مل سکتی ہے۔

﴿بحوالہ دعوت فکر دینی: ۴۴ر مصنفہ بابر علی خاں شیعہ﴾

جواب ﴾ ◄ کسی بھی صحیح حدیث میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ یہ سب دجل وفریب ہے ورنہ کسی معتبر و مستند حدیث شریف کی کتاب سے اس روایت کو پوری سند کے ساتھ ثابت کرو اور ایسا ہو بھی کب سکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں لفظ شیعہ کا اطلاق کافر اور فسادی قوم پر ہوا ہے۔ ذیل میں آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں۔

(۱)...... اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا ﴿پارہ:۲۰ر القصص ۴﴾

"یعنی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہل ملک کو شیعہ بنا دیا"

(شیعو مُبارک ہو)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ۔

﴿پارہ ۸: انعام ۱۴۹﴾

"یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے شیعہ' اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

شیعہ کی مستند تفسیر "عمدۃ البیان" جلد ا صفحہ ۳۷۹ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے

کہ اس جگہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا ﴿پارہ ۷: انعام ۶۵﴾

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب تم پر اُوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ ''عمدۃ البیان'' جلد ا ص ۳۵۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ کا لفظ شریروں فتنہ بازوں اور فسادیوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ﴿پارہ ۲۱: روم ۳۲﴾

یعنی ''اے لوگو! نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا۔''

''عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۱۳'' میں لکھا ہے کہ یہاں شیعہ مشرکوں، بُت پرستوں اور مخالفین دین یہود و نصاریٰ کو کہا گیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿پارہ ۱۴ ا پاؤ ۱/۱﴾

یعنی ''ہم بھیج چکے ہیں اے رسول تجھ سے پہلے شیعوں میں نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے''

''عمدۃ البیان'' جلد ۲ ص ۱۷۴ ار میں ہے کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھہ مخول کرنے والے کافر تھے۔

اور اسی طرح کی مکمل گیارہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے لفظ شیعہ کا فرقوم پر اطلاق کیا ہے، چونکہ جواب مختصر دینا مقصود ہے، اس لئے اتنا ہی کافی ہے (ماخوذ از آفتاب ہدایت) اور اسی طرح سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم شیعوں کے

متعلق فرماتے ہیں:

"قال لی ابوالحسن رضی اللہ عنہ لَوْمَیَّزْتُ شِیعَتِی مَا وَجَدْتُّھُمْ اِلَّا وَاصِفَۃً ولو امتحنتھمْ لَمَا وَجَدْتُّھُمْ اِلَّا مرتدین" {کتاب الروضۃ ۲۲۸}

ترجمہ:- "اگر میں اپنے شیعوں کو منتخب کروں تو پاؤں گا ان کو مگر زبانی دعویٰ کرنے والے اور اگر امتحان کروں تو نہ پاؤں گا مگر مرتد"۔

اور حضرت امام کاظم فرماتے ہیں

"اِنَّ اللہ غضِب علی الشِّیْعَۃِ۔ {اصول کافی ۱۵۹}

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ شیعوں پر غضبناک ہوا۔ (شیعو مبارک ہو!)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرمایا اس سے مراد شیعہ ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ (رجال کشی ص ۲۵۴)

قال ابو عبد اللہ ما انزل اللہ سبحانہ ایۃ فی المنافقین
الاوھی فیمن ینتحل التَّشَیُّع۔

ترجمہ:- جو آیتیں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق نازل فرمائیں
ان سے مراد شیعہ ہیں شیعو خوب مبارک ہو!۔

رہا سوال اہل سنت اور حنفی وغیرہ کا تو جواباً عرض ہے کہ اس کے متعلق تو کثرت سے کتاب وسنت اور ارشادِ ائمہ اہلبیت از کتب شیعہ پیش کیے جا سکتے ہیں فی الحال انتہائی اختصار کے ساتھ چند دلائل درج کیے جاتے ہیں جو کہ ان شاء اللہ الرحمٰن خلوص دل اور صاف ذہن رکھنے والوں کے لئے حجت تامہ اور دلائل واضحہ ہیں۔ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْن قرآن مجید میں اس مسئلہ کا حل دوٹوک الفاظ میں واضح موجود ہے۔ یہود و نصریٰ اور مشرکین مکہ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ ہمارے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید فرماتے ہوئے اپنی بارگاہِ عالیہ سے

فیصلہ فرما دیا۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

"ابراہیم یہودی اور عیسائی نہیں تھے بلکہ وہ حنفی مسلمان تھے"۔

والہٰذا ہم اہلسنت حنفی ہیں الحمد للہ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہم مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ملت ابراہیمی (جو کہ ملت حنفیہ) کی اتباع کریں۔

"فَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اہلسنت کا ثبوت

تفسیر درمنثور میں اس آیت کے تحت "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ"

ترجمہ:۔ "اس روز بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے"۔

واخرج الخطيب فی رواة مالك والديلمی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله تعالٰی يوم تبيض وجوه وَّ تَسْوَدُّ وُجوه اهل السنة وتسود وجوه اهل البدعه۔

ترجمہ:۔ "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ورع اور تقویٰ کے بیان میں لکھتے ہیں۔

"ولا يعلم تفصيل ذالك الّا بالاقتداء بالفرقة الناجيه وهم الصّحابةُ فانه عليه السلام لما قال الناجی منها واحدةٌ قالوا يارسول الله من هم قال اهل السنّة والجماعة فقيل ومن اهل السّنة والجماعة قال ماانا عليه و

اصحابی۔" ﴿احیاء العلوم جلد ثالث مطبوعہ مصر ۱۹۹﴾

اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتی اور وہ فرقہ ناجیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تہتر فرقوں کی پیش گوئی میں) فرمایا کہ ان میں سے نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہوگا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں تو فرمایا اہل السنۃ والجماعت۔ پھر عرض کیا گیا کہ اہل السنۃ والجماعت کون ہیں تو ارشاد فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقوں پر ہیں"

۔حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سوادِ اعظم کی پیروی کو لازم قرار دیا

"والزموا السواد الاعظم فانّ یَدَاللهِ عَلَی الجَمَاعة[۵]"

سوادِ اعظم کے ساتھ لگے رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

اہل سنت ہمیشہ سوادِ اعظم بودہ اند۔ ﴿مجالس المومنین ۵۷۲﴾

ترجمہ:- کہ اہلسنت ہر زمانے میں سوادِ اعظم رہے ہیں۔

اہل سنت کی تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے

مذہب شیعہ کی مستند کتاب "احتجاج طبرسی" میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے دوران ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا: "کہ اہل الجماعۃ، اہل الفرقہ، اہل البدعۃ اور اہل سنت کون لوگ ہیں"؟ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

" وَامّا اهل السّنة فا لمتمسکون بما سنّهُ الله ورسولهُ وان قلّوا واما اهل البدعةِ فالمخالفون لامْرِ الله ولکتابهٖ ولرسولهٖ العاملون برایهم واَهْوَاءِ هم وان کثروا۔

ترجمہ:- اور اہل السنۃ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت مضبوط پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں، اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں جو اپنی آراء اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

اور شیعوں کے شیخ ابن بابویہ جو شیعوں کی کتب "صحاح اربعہ" میں سے "کتاب من لا یحضرہ الفقیہ" کے مؤلف ہیں اپنی کتاب "جامع الاخبار" کے صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں "لیس علی من مات علی السنّة والجماعة عذاب القبر، ولا شِدّة یوم القیٰمَةِ"

ترجمہ:۔ "جو شخص سنت و جماعت پر مرے گا اس پر قبر کا عذاب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر قیامت کی سختی ہوگی"۔ یہ حدیث قدسی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اھلسنت والجماعت پر قبر اور قیامت کا عذاب نہیں ہوگا۔ حدیث قدسی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث سے ماقبل لکھا ہوا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو یہ ارشاد فرمایا۔

سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ چنانچہ سنیے حدیث مبارکہ اور اس پر ایمان لا کر اپنی آنکھوں کو سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی محبت سے ٹھنڈا کریں۔ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا۔

"ان رسول اللہ ﷺ قال لی و اخی انتما سید الشباب اھل الجنة۔ وقرّة اعین اھل السنة۔ ﴿تاریخ کامل جلد چہارم، ص ۶۲ مطبوعہ بیروت﴾

ترجمہ:۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو"۔ اور یہی روایت "تاریخ ابن خلدون" مترجم حصہ دوم ۱۱۳ میں موجود

ہے۔

کتب تفسیر وحدیث اور تاریخ وغیرہ کے مندرجہ حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اہل سنت وجماعت کے الفاظ نہ صرف یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استعمال فرمائے بلکہ خود خدا کے محبوب سید الاولین والآخرین، امام العرب والعجم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی یہی الفاظ صادر ہوئے اور اپنے پیارے نواسوں سیدنا امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے لیکن بے انصافی کی انتہا ہے کہ آج جہلاء شیعہ اہل سنت وجماعت کو اہلبیت اطہار کا دشمن کہہ کر سید الانبیاء اور سید الاولیاء یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کی تکذیب کر کے خود دشمنی اہل بیت کا ثبوت دے رہے ہیں کیوں کہ جناب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بلکہ سیدنا امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان رکھے۔ تو کیا یہ نام اہلسنت رکھتے ہیں یا شیعہ؟ اور کیا اب بھی امام الائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے لخت جگر سیدنا امام حسن وامام حسین علیہم السلام کے اہل سنت ہونے میں کوئی شک رہ گیا ہے۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

ایک افترا کی تردید

سوال نمبر 11: تاریخ شاہد ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر لیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا عرصہ تین سال کا ہے حضرت ابو طالب تمام بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں لے گئے یہ تین برس کا عرصہ بنی ہاشم نے نہایت عُسرت اور کٹھن تکالیف سے گزارا ان تین سال کے دوران حضرت ابو بکر، حضرت عمر کہاں تھے؟ اگر یہ بزرگ مکہ ہی تھے تو انہوں نے حضرت ﷺ کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شعب ابی طالب میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے۔ تو کیا ان حضرات نے کسی وقت آب و دانی ہی سے حضور ﷺ کی مدد کی تھی جبکہ کفار مکہ میں سے زبیر بن اُمیہ بن مغیرہ نے پانی اور کھانے پینے اور عہد نامہ توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا۔

(بحوالہ دعوت فکر دینی ۵ مصنفہ بابر علی شیعہ)

جواب یہ سوال تو جہالت کی بنا پر یا پھر دجل و فریب دینے کے لئے کیا گیا ہے ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ بائیکاٹ کے زمانہ میں سب اہل ایمان اور خاص کر خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور سید الانبیاء ﷺ کے ہمراہ تمام سختیاں برداشت کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کی پسندیدہ تاریخ کی کتاب سے ہی عبارت نقل کرتا ہوں سنیے اور سر دُھنیے۔ ''ابو طالب تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو لے کر قریب ایک پہاڑی درّہ میں جا کر محصور ہو گئے۔ جس قدر مسلمان تھے وہ بھی ساتھ اسی درّہ میں جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے چلے گے۔ اور یہی مصنف آگے چل کر

تحریر فرماتے ہیں کہ تین برس تک بنو ہاشم اور مکہ کے ان مسلمانوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں شعب ابی طالب میں برداشت کیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (تاریخ اسلام" حصہ اوّل مصنفہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: ۱۰۵)
اور مکمل واقعہ تحریر کرتے ہوئے آگے چل کر فرماتے ہیں بنو ہاشم اور تمام مسلمان شعب ابی طالب سے ۳ سال کے بعد نکلے اور مکہ میں آکر اپنے گھروں میں رہنے سہنے گے۔ شعب ابی طالب میں مسلمانوں کو بھوک سے بیتاب ہو کر اکثر درختوں کے پتے کھانے پڑتے تھے۔ بعض شخصوں کی حالت یہاں تک پہنچی کہ اگر کہیں سوکھا ہوا چمڑا مل گیا تو اسی کو صاف اور نرم کر کے آگ پر رکھا اور بھون کر چبایا۔ حکیم بن حزام مولود کعبہ کبھی کبھی اپنے غلام کے ہاتھ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ کھانا چھپا کر بھجوا دیا کرتے تھے اس کا حال جب ایک مرتبہ ابو جہل کو معلوم ہوا تو اس نے غلام سے چھین لیا اور زیادہ سختی سے نگرانی شروع کر دی"۔ (تاریخ اسلام حصہ اوّل ۱۰۶) اور سیدنا صدیق اکبر کے شعب ابی طالب میں موجود ہونے کے متعلق خود جناب ابو طالب کا فیصلہ سنیئے "! حضرت صدیق از خود اس مصیبت میں شریک ہوئے وہ بھی شعب ابی طالب چلے گئے اور وہاں رہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے اس مصیبت سے نجات دی تو انہوں نے بھی نجات پائی۔ جناب ابو طالب نے خود اس واقعہ کو اپنے اس شعر میں بیان کیا کہ

وَهُمْ رَجَعُو سهل بن بيضا ○ راضياًفسرّ ابو بكرٍ بها و محمد ا

ترجمہ:- اہل مکہ نے سہل بن بیضا کو جو مصالحت کے لئے قاصد بن کر گئے تھے راضی کر کے واپس کیا یعنی صلح کر لی۔ پس اس صلح سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ (''نبی و صدیق'' مصنفہ نور الحسن بخاری: ۱۰۴)

تو جب جس قدر لوگ اس وقت تک مسلمان ہوئے تھے۔ حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمراہ تھے تو اعتراض کیسا؟ مگر بابر بیچارے کو کیا علم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے مصنفین کی صف میں کھڑے ہونے کے شوق میں اشتہار سے نقل ماری ہے۔ کیوں کہ چند سال قبل اسی مضمون کا ایک اشتہار راقم الحروف کی نظر سے گزرا تھا علاوہ ازیں بائیکاٹ تو ہوا ہی صرف بنو ہاشم کے ساتھ تھا اس میں مسلمان اور غیر مسلمان کا کوئی لحاظ نہ کیا گیا اور صحابہ کرام علیھم الرضوان کا اس میں شامل ہونا عشق رسول ﷺ کی وجہ سے تھا جس کا علم جہلاء شعیہ کو کیا ہو سکتا ہے! بلکہ مذہب شیعہ تو جہالت کا ایسا پلندہ ہے جس کی مثل نہیں ملتی اور اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے بے وقوف اور جاہل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید ''اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ'' اور علمائے شیعہ نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ شیعہ ناقص العقل بے وقوف ہیں۔ تسلی کے لئے دیکھئے (تحفہ نماز جعفریہ:۴۹) امام زمانہ یعنی امام مہدی کے زمانہ کے فیوض و برکات تحریر کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ امام زمانہ کے وجود مسعوُد کی برکت سے مومنین (شیعہ) کی عقلیں کامل ہو جائیں گی معلوم ہُوا کہ یہ احمقوں کا ایسا گروہ ہے کہ لا یکادون یفقھون حدیثا۔ اگر ان کو کوئی علم و ذہانت اور فہم وادراک اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہوتا تو ایسی جاہلانہ باتیں نہ کرتے۔

؎ وائے ناکامی ایمان رافضیاں جاتا رہا
رافضیوں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگوں میں شریک کیوں نہ ہوئے

سوال نمبر 12: اگر حضرت علی کا حکومت سے اختلاف نہ تھا تو ان تینوں حکومتوں کے دور میں کسی جنگ میں شریک کیوں نہ ہوئے جبکہ کفار سے جنگ کرنا بہت بڑی عبادت وسعادت ہے اور اگر کثرتِ افواج کی وجہ سے ضرورت محسوس نہ ہوئی تو جنگِ جمل وجنگِ صفین اور نہروان کی جنگوں میں کیوں بہ نفس نفیس ذوالفقار کو نیام سے نکال کر میدان میں اُترے؟ کیا حکومت نے سیف اللہ کا خطاب دینا کسی اور کو مناسب نہ سمجھا یا خالد بن ولید حضرت علی سے زیادہ شجاع و بہادر تھا۔ "تاریخ طبری" سے دو مکالمے جو مولانا شبلی نعمانی نے کتاب "الفاروق" ۲۸۵ سے نقل کئے ہیں پیش نظر رہیں۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس کے مکالمے پڑھیں۔

﴿بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی شیعہ﴾

جواب معلوم ہوتا ہے کہ قوم روافض کا شیوہ صرف صحابہ کرام
اعتراض اور تنقید کرنا ہے۔ قرآن وحدیث اور کتب تواریخ کا مطالعہ
نہیں رہا۔ بابر صاحب فرمائیے کیا خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ح
عناد تھا یا معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کیوں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی سریہ میں سپہ سا
سے سریہ میں؟ ثابت کرو اور دکھاؤ۔ خیا
کیوں کہ وہ غزوہ ہے اور غزوہ کہتے

سالار اعظم ہوتے تھے۔ جو ارشاد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اگرچہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کو چار چاند لگے تاہم اگر وہی ارشاد کسی اور کے متعلق حضور سید الانبیاء ﷺ فرماتے تو ویسا ہی ہوتا جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے۔ جسطرح حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک کو اپنا ہاتھ قرار دیتے ہوئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ان کے ہاتھوں فتح ہو جائیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ وہاں آپ ﷺ کی پیشگوئی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر قلعہ قاموس فتح ہو رہا ہے۔ اور یہاں آپ ہی کی پیشگوئی سے پوری دُنیا کی دو سُپر حکومتیں سیدنا فارُوقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر فتح ہو رہی ہے۔ تو کوئی سریہ نبی ﷺ کے زمانے کا دکھاؤ جس میں حضور ﷺ نے اور صحابہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی سپہ سالارِ اعظم بنایا ہو۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی جنگ میں سالار لشکر بنا کر روانہ نہ کرنا موجبِ عناد ہے تو رسولِ خدا ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کون سی دشمنی تھی؟ بلکہ راقم السطور کہتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ایسا کر کے سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کیا جو کہ قابل اعتراض نہیں بلکہ لائق صد ستائش ہے یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے معاون اور مشیر خاص تھے جیسا کہ ''نہج البلاغۃ'' میں موجود ہے اور ''ناسخ التواریخ'' جلد دوم ۳۹۲ پر موجود ہے۔

''در کارہا و لشکر کشی ہا اورا اعانت ہے فرمود ورائے نیکو ہے داد''

ترجمہ:- اور ان (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے تمام کاموں اور لشکر کشی کے معاملات میں ان کی اعانت فرماتے اور اچھی رائے دیتے۔

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم تو تمام عمر آپس میں شیر و شکر رہے۔ ایسا اختلاف جیسا کہ آج شیعہ سمجھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین بھی نہیں تھا

ملاحظہ ہو "تاریخ اسلام"۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی قوم اور خاندان کے اقتدار کو بنو ہاشم پر قائم کرنے کے ضرور خواہشمند تھے لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے میں کسی ایسے شخص کو چیرادستی کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے جو بنو اُمیہ اور بنو ہاشم یا معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں یکساں دشمن یا سلطنت اسلامیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مخالفت کی آگ مشتعل تھی۔ عیسائیوں کی زبردست فوج نے ایران کے شمالی صوبوں پر جو فائدہ اُٹھانا چاہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس علاقے کو جس پر عیسائیوں کا حملہ ہونے والا تھا بچانے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے۔ اگر عیسائیوں کا یہ حملہ ہوتا تو سلطنت اسلامیہ کا وسیع ٹکڑا کٹ کر عیسائی حکومت میں شامل ہو جاتا۔ عیسائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات سے واقف تھے اور امیر معاویہ کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی بھی وہ دیکھ رہے تھے۔ ان کو توقع تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہماری حملہ آوری سے خوش ہوں گے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کی جائے گی۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خبر کے سُنتے ہی عیسائی قیصر کی توقع کے خلاف ایک خط قیصر کے نام بھیجا جسمیں لکھا تھا "کہ ہماری آپس کی لڑائی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے! اگر تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کیا تو علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے سب سے پہلا سوار جو تمہاری گوشمالی کے لئے آگے بڑھے گا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہوگا" اس خط کا اثر اس سے بھی زیادہ ہوا جو ایک زبردست فوج کے بھیجنے سے ہوتا اور عیسائیوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ "تاریخ اسلام جلد دوم ۴۸/ ۴۷" (مصنفہ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی) اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے وظائف وصول فرتے اور مال غنیمت لیتے رہے

چنانچہ والدہ حضرت محمد بن حنفیہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قیدی ہو کر آئیں تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیں جن کو حضرت نے قبول کیا اور اسی طرح حضرت شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ اسیر ہو کر دربارِ فاروقی میں پیش ہُوئیں تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حضرت حسین نواسہ رسول کو عطا فرمادیں۔ (عام کتب تاریخ اور مذہب شیعہ کی سب سے معتبر کتاب ''اصُول کافی'') اور بابر صاحب کی جہالت تو دیکھئے کہ کیا پتے کی بات بتا رہے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے مخالف نہ تھے تو ان کو کیوں نہ جنگ میں بھیجا تو بابر صاحب کیا یہ ضروری ہے کہ جو بھی موافق ہُوا اور جس نے کسی وقت بھی مخالفت نہ کی ہو اُس کو میدانِ جنگ میں بھیجا جائے۔ یہ وُہ منطق ہے جو صرف آپ نے ہی سمجھی ہے جبکہ اہل خرد و ارباب عقل کی حکومت کا دستور تو یہ ہے کہ بڑے بڑے اراکینِ سلطنت اور نامور شخصیتوں کو فوج کے علاوہ دوسرے اہم انتظامی اُمور حکومت وغیرہ میں صلاح و مشورہ کے لئے مختص کر لیتی ہیں اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دَورِ خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مشیر خاص رہے اور افتاء و قضاء کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز رہے بلکہ ''تاریخ الخلفاء'' میں موجود ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک فرمادیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہُوئے کوئی دُوسرا شخص فتویٰ نہیں دے سکتا۔ بابر صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ پمفلٹ بقائمی ہوش و حواس نہیں لکھا ہے۔ اگر میدانِ جنگ میں نہ بھیجنے کا یہی مطلب ہے جو جناب نے سمجھا ہے تو میں پُوچھتا ہوں کیا خلیفۃ الرّسُول سیّدنا ابُو بکر صدیق کو خلیفہ دوم سیّدنا فارُوق اعظم اور خلیفہ سوم سیّدنا امام مظلوم عثمان ذُوالنورین رضی اللہ عنہم سے بھی کوئی عداوت و عناد تھا۔ ان کو بھی تو خلیفہ اوّل نے کسی محاذ پر نہیں بھیجا تھا تو جس طرح حضرت فارُوق اعظم و امام مظلوم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو اپنے مشورے کے لئے پاس رکھا۔ اس

طرح جناب علی مُرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا مشیر خاص بنائے رکھا۔

کیا موجودہ حکومتیں جو بوقت جنگ اپنے اور اعلیٰ حکام اور وزیروں اور مشیروں کو محاذِ جنگ پر نہیں بھیجتیں تو ان کا یہی مطلب ہوتا ہے جو آپ نے سمجھا ہے ماشاء اللہ: کیا پتے کی بات کی آپ نے! معزز قارئین کرام! انصاف فرمائیں کہ اتنی سُوجھ کے لوگ بزعم خویش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جج بن بیٹھے ہیں۔ استغفر اللہ!

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ رہا بابر علی خاں موصوف کا یہ کہنا کہ ''تاریخ طبری'' سے دو مقالے مولانا شبلی نعمانی نے کتاب ''الفاروق'' سے نقل کیے ہیں یہ کیا بے ربط و بے توقعی جناب نے گوہر افشانی فرمائی ہے! اس سے تو معلوم ہوتا کہ کتاب ''الفاروق'' شبلی نعمانی کی نہیں بلکہ کسی اور کی ہے جس سے مولانا شبلی نعمانی نے حوالہ نقل کیا ہے جو کہ حقائق کے سراسر خلاف ہے پہلے آپ بتائیں کہ وہ کتاب ''الفاروق'' کس کی ہے۔ علاوہ ازیں میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ اہل سُنت کتاب و سنت کے مقابلہ میں کوئی روایت اور کسی مؤرخ کی رائے کو قبول نہیں کرتے ہمارے مذہب کی بنیاد قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے بالفرض اگر کوئی روایت کتب حدیث میں بھی قرآن مجید اور حدیث صحیحہ کے خلاف موجودہ ہو تو اس کو بھی ہم قبول نہیں کرتے کون بے چارہ شبلی و طبری جناب کس احمقوں کی جنت میں بستے ہیں ہوش و حواس کو قائم کر کے بات کرو اور قطع نظر اس کے بھی کتاب ''الفاروق'' میں کون سی عبارت قابل اعتراض ہے۔ جناب کا فرض تھا کہ اس عبارت کو نقل کرتے تاکہ اس کے متعلق مزید کچھ عرض کیا جاتا۔

جس جگہ کی مٹی وہیں تدفین

سوال ﴾ نمبر 13: ›› حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا انتقال بقول اہل سنت جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا حضرت ابو بکر کا انتقال اہل سنت کے نزدیک جناب رسولِ خدا کے دو برس بعد اور حضرت عمر نے ۲۶/ ذوالحجہ ۲۴ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں کا جو کافی عرصہ بعد انتقال ہُوا۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونے کی جگہ مل گئی اور رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی سیدہ طاہرہ مادرِ حسنین رضی اللہ عنہا کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بتُول نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیّت کی تھی یا حضرت علی نے حکومت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعتہ الرسول (فاطمہ) کو قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن نہ ہونے دیا؟

﴿بحوالہ دعوت فکر دینی مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ۵﴾

جواب ﴾ ›› بابر صاحب کی جہالت تو دیکھئے کہ سیدنا عمر فارُوقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت یکم محرم کو ہوئی مگر وہ اپنی جہالت یا کذب بیانی کی وجہ سے ۲۶/ ذوالحجہ لکھ رہے ہیں.

راقم الحروف شیعوں سے پوچھتا ہے کہ جناب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کیوں نہ دفن کیا گیا اور آپ کو کن لوگوں نے جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کرنے سے روکا پہلے آپ اس سوال کا جواب دیں۔ کیونکہ اس وقت تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم موجود نہ تھے۔ آپ خود خلیفہ تھے اور آپ کے بعد سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ تھے۔ کون سی طاقت آڑے آئی جس نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

روضہ رسول ﷺ تو کیا جنت البقیع بلکہ پورے مدینۃ الرسول ﷺ میں دفن کے لئے جگہ نہ دی۔ ہم اہلسنت کا ایمان تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیّت و مرضی پر موقوف تھا۔ ورنہ یہ بھی سوال ہوسکتا ہے کہ اُم المؤمنین جناب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کا حُجرہ اپنا تھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (القرآن) کو روضہ انور میں کیوں جگہ نہ مل سکی؟ اس کا کیا جواب ہے؟

ہمارے دعویٰ کی دلیل کہ یہ تمام خالقِ حقیقی کی رضا و مرضی کے مطابق تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

''مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى''

ترجمہ:- اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے اور اسی سے تم کو دوسری دفعہ نکال کر کھڑا کریں گے۔ (ترجمہ مقبول)

اور اس کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں۔ ''کافی'' میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے کہ وہ اس مٹی میں سے جس میں یہ شخص دفن ہونے والا ہے تھوڑی سی لے آئے چنانچہ وہ فرشتہ لاکر نطفہ میں ملا دیتا ہے اور اس شخص کا دل ہمیشہ اس مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اس میں دفن نہ ہو جائے (حاشیہ ترجمہ، منقول ۶۲۷) اور اہل سنت کے بہت بڑے شیخ المحققین حضرت امام احمد رضا مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''فتاوی افریقہ'' میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

''مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى''

زمین ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی میں سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے''۔

ابو نعیم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا وَقَدْ ذُرَّ علیہ من تراب حضرتِہٖ"

کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا جس پر اس کی قبر کی مٹی نہ چھڑکی ہو"۔

خطیب نے "کتاب المتفق و مفرق" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَامِنْ مُوْلُوْدٍ اِلَّا وَفِی سُرَّتِہٖ مِنْ تربۃ الّتِی خُلِقَ مِنْھَا حَتّٰی یُدْفَنَ فِیْھَا وَاَنَا وَاَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَۃٍ وَاحِدَۃٍ فِیْھَا نُدْفَنُ

ہر بچہ کے ناف میں اسی مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ اُسی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابو بکر و عمر ایک مٹی سے بنے اور اسی میں دفن ہوں گے" اور حدیث شریف میں ہے کہ "حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مسجد میں داخل ہوئے کہ آپ کا دایاں ہاتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور بایاں ہاتھ مُبارک سیّدنا عُمر فارُوق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور آپ نے فرمایا کہ اِسی طرح ان شاء اللہ الرحمٰن حشر میں آئیں گے"۔ اللہ اللہ! یہ بلند مقام حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کا۔ اسی لیے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو جس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا تھا؟ فرمایا:

" فقال ما کان منزلۃ ابی بکرٍ و عُمَرَ مِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کمکانھما منہ الساعۃَ (تاریخ الخلفاء)

ترجمہ: - پس کہا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مقام رسول خُدا کے نزدیک کیا تھا۔ فرمایا (زین العابدین نے) جیسا کہ اب ہے"۔

اب واضح دلائل سے ثابت ہو چکا کہ روضہء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہونا اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا اور رضا کے مطابق تھا۔

میراثِ انبیاء

سوال نمبر 14: کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے جس کے انتقال پُر ملال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہو گیا ہو اور امت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کر دیا ہو اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواجِ رسول کے گھروں میں کچھ تو رسول اللہ کا مال ہو گا۔ کیا ازواجِ رسول نے رسول اللہ کا ترکہ صدقہ تسلیم کر کے حکومت وقت کے وقف کر دیا تھا۔ صدقہ کیوں کہ اہل بیت پر حرام ہے اور اگر ازواجِ رسول کو اہلبیت اہل سُنت و جماعت تسلیم کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لئے کس طرح حلال ہو گیا۔

﴿بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ٦﴾

جواب یہ سوال مقامِ نبوت اور منصبِ رسالت سے ناواقفی بلکہ دُشمنی کی بنا پر عموماً شیعہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرماوے۔ ان بیچاروں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کیا ہے۔ کیا انبیاء علیہم السلام مال دُنیا جمع کرنے کے لئے مبعوث ہوتے رہے اور نبیوں کو عام دُنیاداروں پر قیاس کرنا اُن سے دُشمنی نہیں تو اور کیا ہے اور کیا شیعہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے مالِ فے (فدک) یا بیت المال کو آپس میں تقسیم کر لیا ہو خود یا اپنی اولاد یا اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو واحد مالک بنا دیا ہو۔ یہ بات رُوئے زمین کے شیعہ اکٹھے ہو کر بھی ثابت

نہیں کر سکتے۔ خلفائے اربعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے تو وہی کیا جو خود حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ کیا کوئی سیاہ پوش ثابت کر سکتا ہے کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف مال فے فدک (بیت المال میں تصرّف کیا ہو یا پھر خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل میں کوئی فرق مال فے کے تصرّف میں ثابت کریں۔ بابر صاحب آپ پہلے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم و علی رضی اللہ عنہ کے عمل مالِ فے کے بارے میں فرق دکھائیں اور پھر ہم پر سوال کریں اور کیا آپ کہیں یہ دکھا سکتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا مال اس کے وصال کے بعد اس کی اولاد کو دے دیا گیا ہو اور یہ بھی بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا دُنیاوی مال تھا؟ اس کی مقدار کیا تھی؟ اور ازواجِ رسول کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے کون سا مال اور کتنا حصہ دیا گیا؟ جبکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت گھر میں رات کو چراغ جلانے کے لئے تیل تک نہیں تھا اور آپ کی زرہ مُبارک ایک یہودی کے پاس گروی تھی اور اُمہات المؤمنین یقیناً اہلِ بیت رسول ہیں اور کہاں لکھا ہوا ہے کہ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو صدقہ کا مال دیا جاتا تھا؟ ذرا سوچ سمجھ کر بات کریں۔ ایسی باتیں آپ کو شیطان نے سکھا کر دین سے بے دین کر دیا ہے۔ ایسی باتیں کرتے ہو جن کا وجود تک نہیں ہے۔

مالِ فئے میں جس طرح سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی اولاد کو گزارہ الاؤنس دیا جاتا تھا اسی طرح امہات المؤمنین کو بھی ملتا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نہ دُنیاوی مال و متاع حاصل کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اور نہ ہی دُنیا اکٹھی کر کے اپنی اولاد اور بیوی بچوں کے لئے چھوڑ گئے بلکہ ان کی جو وراثت ہے اس سے آپ تو کیا جملہ مذہب شیعہ محروم ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبانِ مُبارک سے رسُولِ خُدا کی وراثت سُنیئے کیا تھی اور کن کو ملی؟ "اصولِ کافی باب العلم والمتعلم" عن عبد اللہ علیہ السلام قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْعلماء ورثۃ الانبیاء انّ الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا
درھمًا ولکن اورثوا العلمَ فمَنْ اَخَذَ مِنْہُ اَخَذَ بِحَظٍّ وافرٍ

ترجمہ:- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ خُدا
کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء دینِ اسلام پیغمبروں کے وارث ہیں اِس لئے خُدا کے
پیغمبر کسی شخص کو سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے لیکن وہ علم دین کا وارث بناتے ہیں
پس جس نے علم دین حاصل کیا وہ بڑا نیک بخت ہے اس نے بہت کچھ حاصل کیا"۔

(انبیاء کی میراث دین ہے دُنیا نہیں)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وارثت دینِ اسلام اور قرآن ہے جس سے آپ بالکل محروم
ہیں۔

جمل وصفین میں قتال کرنے والے

سوال نمبر 15: قرآن مجید میں ارشاد ربُّ العزّت ہے کہ" ومن قتل مؤمناً متعمداً فجزآءہٗ جھنّم خالداً فیھا و غضب اللہ علیہ ولعنہٗ واعدّلہٗ عذاباً عظیماً "

"اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا بیچ اس کے اور غصہ ہوا اللہ اوپر اس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار کر رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا"۔ (پارہ ۵ رکوع۔۱) (ترجمہ شاہ رفیع الدین) اگر ایک آدمی مومن کو عمداً قتل کرے تو وہ اِس سزا کا مستحق ہے۔ جمل، صفین، نہروان میں تقریباً ستاون ہزار آٹھ سو ساٹھ (۵۷۸۶۰) مسلمان شہید ہوئے۔

آپ یہ بتائیں کہ کیا ان مسلمانوں کے قاتل قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے مستثنیٰ ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا قانون اعلیٰ وادنیٰ کے لئے یکساں ہے تو خلیفہء رسول کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کروانے والے قیامت کے دن کس جگہ تشریف لے جاویں گے (الصاف مطلوب ہے)۔

(بحوالہ "دعوتِ فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۶)

جواب مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس سوال سے شیعوں کا مقصد کیا ہے اگر ان کی غرض سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر المؤمنین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرنا ہے تو یہی اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب پر بھی ہوگا۔ تنہا حضرت

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے کس طرح بچ سکتے ہیں؟ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ہاتھوں جید صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو رسولِ خدا نے اسی دُنیا میں برسرِ منبر جنت کا مژدہ دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں شہید ہوئے اور جن کے قاتل کو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہنمی قرار دیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسے دیئے۔ فرمایا کہ "اس ہاتھ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خدمت اور حفاظت فرمائی ہے"۔ ولہذا جو اعتراض آپ حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کریں گے وہی جناب علی رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔ جو جواب تم دو گے وہی ہمارا سمجھ لیں اور مجھے تعجب ہے کہ جنگ نہروان میں خارجیوں کے قتل کا آپ کو اس قدر رنج و صدمہ کیوں ہے؟ بھئی کیوں نہ ہو آخر وہ بھی تو شیعہ تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سخت دُشمن تھے اور بُغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہی حضرت علی کے (جب کہ آپ حکمین کے تقرر پر رضامند ہو گئے) مخالف ہو گئے اور حضرت علی کی کوشش بسیار کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہے۔ آخرکار آپ رضی اللہ عنہ کو ان سے جنگ کرنا پڑی۔ تو آئی نہ گھر کی بات کہ تمام شیعہ چلا اُٹھے ہیں کہ مقام نہروان میں ہمارے آباؤ اجداد کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا۔ وہ جہنم کے مُستحق ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ حبّ علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کہاں گیا؟ آخر باپ دادا کی محبت نے جوش مار ہی دیا۔ شاباش شیعو! تم نے ان کی اولاد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض دے مارا ہے کیوں کہ اس واقعہ (جنگ نہروان) سے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو دور کا واسطہ بھی نہیں۔ آپ کے فتویٰ کے مطابق اگر نہروان میں خارجیوں کے قاتل دوزخی ہیں تو یہ فتویٰ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہیں بلکہ اس کی ضد سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پڑے گی۔

ایک عبث اعتراض کا تحقیقی جواب

سوال نمبر 16: قرآن مجید شاہد ہے کہ پارہ نمبر ۱۱ رکوع نمبر ۲ ومِمَّن حَوْلَکُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔

(ترجمہ از شاہ رفیع الدین) اوران لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں گنواروں سے منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اُوپر نفاق کے تو نہیں جانتا اُن کو ہم جانتے ہیں اُن کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جاویں گے عذاب بڑے کے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی رسول خُدا کے زمانے میں منافق لوگ موجود تھے اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینۃ الرسول میں کثرت سے منافقین موجود تھے رسولِ اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد مسلمانوں میں صرف دو پارٹیاں معرضِ وجود میں آئیں۔ایک حکومت کی پارٹی دوسری بنی ہاشم کی پارٹی ارشاد فرمائیں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ جو لوگ رسُولِ خُدا ﷺ کے زمانے میں منافق تھے۔انتقالِ رسول ﷺ کے بعد ان منافقین کو آسمان نے اُٹھا لیا یا زمین نگل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کر کے فرشتے اور نیک بن گئے تھے؟ ارے بھیا ان منافقین کی نشاندہی تو کرو وہ کہاں گئے؟ جب کہ تاریخ شاہد کہ ان دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی نہ تھی۔ ﴿بحوالہ دعوت فکرِ دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ:٦ تا ٧﴾

جواب ›› اس میں کوئی شک نہیں کہ مدینہ طیبہ میں زمانہ رسالت میں منافق موجودہ تھے جن کا تعلق یہود سے تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی مدینہ پاک میں تشریف آوری سے پہلے یہودیوں کا زور اور اقتدار تھا آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ان کا اقتدار خاک میں مل گیا کیوں کہ مدینہ پاک کے لوگ حضور ﷺ کے غلام بن گئے جسکی وجہ سے ان کے وقار کو زبردست دھچکا لگا۔ اس لیے اُنہوں نے یہ سازش کی کہ بظاہر مسلمان ہو کر اندر ہی اندر اسلام کی مخالفت کی جائے۔ اگر معاذ اللہ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم منافق ہوتے تو مکہ ہی میں منافقت شروع ہو جاتی اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ مکہ مکرمہ میں منافقت کا نام تک نہیں تھا جیسا کہ بابر صاحب خود تسلیم کر رہا ہے کہ مدینہ میں رسولِ خدا ﷺ کے زمانہ میں منافق لوگ موجود تھے۔

﴿بحوالہ ''دعوتِ فکر دینی'' مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۷﴾

شروع شروع میں ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں سے اعراض فرمایا جاتا رہا مگر بعد ازاں ان کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنی مسجد سے نکال دیا۔ چنانچہ ابتداء میں جب ان کی شرارتوں سے اہل ایمان پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ان کی تسلی و تشفی فرمائی

''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ'' (الآیت)

ترجمہ:- خدا کی یہ شان نہیں کہ مومنوں کو اُسی حالت میں رہنے دے کہ جس حالت پر تم ہو یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے''۔ (ترجمہ مقبول)

اور دوسرے مقام پر فرمایا

''لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ○ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا

ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ○ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ○ (سورۂ احزاب پارہ ۲۲)

ترجمہ:- اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اُڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کردیں گے پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسا کہ قتل کیے جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

مذکورہ بالا آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ منافق ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہیں رہ سکتے تھے بلکہ آخری آیات سے تو واضح ہو چکا کہ منافق مدینہ منورہ ہی نہیں رہ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت آنے پر حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو اپنی مسجد سے نکال دیا۔ جیسا کہ خود شیعہ مصنف ملا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر ''خلاصۃ المنہج'' میں بابر صاحب کی پیش کردہ آیت مقدسہ کے تحت رقم طراز ہے۔

''واز ابن عباس مروی است کہ عذاب ایشاں در دُنیا یکے آں بود کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم روز جمعہ بر منبر خطبہ خواند و بعد از آں اشارہ کرد با حل نفاق و گفت یا فلاں وفلاں از مسجد برون روید کہ از اہل نفاقید و چوں جمع را نام بر دو بنفاق ایشاں گواہی داد رُسوا شدند و از مسجد بیروں رفتند و ایں فضیحت و رسوائی یک عذاب است و عذاب دوئم عذاب قبر''۔

﴿خلاصۃ المنہج جلد دوم ص ۲۵۷﴾

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان منافقین کا عذاب دُنیا میں ایک تو یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد منافقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اے فلاں وفلاں مسجد سے نکل جاؤ کیونکہ

تم منافق ہو اور جب ایک گروہ کا نام لے کر ان کے نفاق کی گواہی دی تو وہ رسوا ہوئے اور مسجد سے چلے گئے اور یہ فضیحت و رسوائی ایک عذاب ہے اور دوسرا عذاب "عذاب قبر" اور یہی روایت اہل سنت کی "تفسیر ابنِ کثیر" میں قدرے اضافے کے ساتھ موجود ہے...... ملاحظہ ہو۔ "ابنِ عباس سے اس روایت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے فلاں اے فلاں لوگو تم مسجد سے نکل جاؤ کہ تم منافق ہو چنانچہ بڑی رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور امیر المؤمنین سیدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے ہیں تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے، شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے چھپانے لگے یہ سمجھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ کو ہمارے نفاق کا علم ہو گیا ہو۔ غرض جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی اور ایک مسلمان نے انہیں اطلاع دی اور کہا اے عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کر دیا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اوّل ہے اور عذابِ ثانی "عذابِ قبر" ہوگا"۔

(تفسیر ابنِ کثیر اردو پارہ ۱۱ ص ۲۰۷)

آپ کی پیش کردہ آیت مقدسہ "رکوع نمبر ۲" "وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ۔ (اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں گنواروں سے منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں ان کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جاویں گے عذاب بڑے کے") (ترجمہ از شاہ رفیع الدین) میں بھی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ منافقوں کو تین عذاب دیئے جائیں گے۔ دو دُنیا میں اور ایک آخرت میں۔ راقم الحروف شیعوں سے پوچھتا ہے کہ اگر معاذ اللہ اصحابِ رسول اکرم ﷺ منافق تھے تو پھر بتایئے اس آیت کے مطابق ان پر اس دُنیا میں عذاب کیوں نہیں آیا؟ جب کہ ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ اس دُنیا میں عذاب آنا چاہیئے تھا۔ جیسا کہ شعیہ سُنی تفاسیر سے بھی ثابت ہو چکا تو کیا یہاں بھی اللہ تعالیٰ کو حسبِ مذہب شعیہ بداء (چُوک) ہو گیا تھا۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ دُنیا میں ان پر عذاب آیا ہو بلکہ دُنیا میں تو ان کی عزت روز بروز ترقی کرتی رہی اور خدا نے ان کو اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت وحکومت عطا فرمائی کہ جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ناظرین کرام آپ نے دیکھ لیا اور یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ رسولِ خدا ﷺ نے اپنی عینِ حیات طیبہ میں ہی منافقین کو اپنی مسجد شریف سے نکال دیا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو زندگی بھر آپ کے ساتھ رہے اور سفر وحضر میں کسی وقت بھی آپ سے جُدا نہ ہوئے تو وہ معاذ اللہ کیسے منافق ہو سکتے ہیں؟ اور پھر یہی نہیں کہ وہ تمام زندگی مدینہ طیبہ میں رہے بلکہ جن کو حضور سید الانبیاء خود اپنے مصلّی پر امام مقرر فرماویں ان کو منافق کہنا کس قدر بے حیائی اور زیادتی اور حقائق کے خلاف ہے جبکہ معتبر دلائل سے ثابت ہو چکا، کہ منافقوں کو حضور ﷺ نے مسجد سے باہر نکال کر اُن کے نجس وجود سے مسجد رسول ﷺ کو خود رسول خدا ﷺ نے ہی پاک کر دیا تھا تو پھر وہ کیوں کر مسجد میں داخل ہو گئے تھے۔ کچھ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ ہوش وخرد کے انجکشن لگواؤ آخر ایک روز مر کر خدا کے سامنے پیش ہونا ہے کیا جواب دو گے؟ یارو ایک طرف تو یہ مسلمہ بات ہے کہ منافقوں کو بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ مسجد سے خود اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک نے نکال دیا تھا اور دوسری طرف تم ان پاک ہستیوں کے متعلق جن کو خود محبوب خدا

اپنی عین حیاتِ طیبہ میں ہی اپنا مصلیٰ عنایت فرما کر پوری اُمت کا امام مقرر فرما جائیں ۔منافق کہتے ہو کچھ تو خوفِ خدا کرو میں شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاذ اللہ یہی لوگ منافق تھے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تو ثابت کرو کہ ان کو کس وقت مسجد نبوی ﷺ سے نکالا گیا اور پھر کب سابقہ فیصلہ منسوخ کر کے دوبارہ مسجد میں داخل کیا گیا۔

خُدا سے کس طرح جائز کہ رد و بدل ہو گا!

تم ہی انصاف سے کہہ دو یہ عقدہ کیسے حل ہو گا

کاش کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کے مقدر میں ہدایت کرتا۔قارئینِ کرام! دِل چاہتا ہے کہ آیاتِ قرآنی آپ کے سامنے رکھوں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اوران کا علو مرتبہ و بلندی درجات خالقِ حقیقی نے بیان فرمایا ہے چونکہ جواب بہت مختصر اور جلد طلب کیا گیا ہے اسی لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔آخر میں راقم الحروف بھی شیعوں سے ایک الزامی سوال کرنا چاہتا ہے۔دیکھئے اس کا کیا جواب ملتا ہے؟ شیعو! اگر کوئی خارجی تم سے یہ سوال کرے کہ قرآن شریف کی اس آیت "لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۔" ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے" میں منافقوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مدینہ پاک میں ہمیشہ نہیں رہ سکیں گے تو بتاؤ کہ مدینہ پاک خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے چھوڑا ہے یا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے؟ شیعو! جن کو تم منافق کہتے ہو یعنی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ وہ تو عمر بھر مدینہ منورہ میں رہے اور بعد از وصال عین جوارِ رسول ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو آخری آرامگاہ عطا فرمائی جس کو تمام سُنّی شیعہ متفق جنت کا اعلیٰ باغ مانتے ہیں یعنی روضۃ الرسول ﷺ۔

اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم مدینہ کو ترک کر کے کسی اور شہر کو دارالخلافہ بنا لیتے (جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا) اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح شہید کر دیئے جاتے تو شیعہ اس آیت مقدسہ کو حتمی طور پر ان پر چسپاں کرتے بلکہ ان کے واعظین صرف اسی آیت کو عنوانِ تقریر بنایا کرتے۔ الحاصل حضرت سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کو چھوڑا بھی اور شہید بھی ہوئے اور تاریخی روایات کے مطابق آپ پر لعن طعن بھی ہوتا رہا۔ معاذ اللہ اگر کوئی کہے کہ اس آیت مقدسہ کا ایک لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منطبق ہوتا ہے تو اس کا کیا جواب دو گے؟ دیکھتے ہیں کہ حب علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کرنے والے کیا جواب دیتے ہیں؟ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ
وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی (کنز الایمان)۔

تو اگر آپ کے باطل عقیدہ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ و عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق تھے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا؟ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم خداوندی پر عمل نہ کیا۔ شیعو! تمہارے عقیدہ کی رو سے حضور سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے؟ سمجھو اور غور کرو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دشمنی نے تم کو کس طغیانی میں غرق کر دیا۔ رہی بابر صاحب کی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد دو پارٹیاں تھیں۔ یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ کس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی علیحدہ پارٹی تھی جو کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے

خلاف تھی۔ اس کا وجود ثابت کرنا محال ہے۔ ورنہ دکھاؤ کہاں لکھا ہوا ہے؟ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زبردست حامی و مددگار تھے۔ حتیٰ کہ ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہے، اور ان کے ہاتھوں پر بیعت فرمائی۔ ثبوت کے لئے دیکھئے معتبر کتب شیعہ مثلاً "نہج البلاغۃ" ۱۸۸ احتجاج طبرسی ۵۶ اور ۶۰ الدرۃ النجفیہ ۲۲۵ فروع کافی ۱۱۵ غزواتِ حیدری ۶۲۷ و عام کتب تواریخ بلکہ "صحیفہ علویہ" میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یعنی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اپنا امام فرمایا اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُكَ وَ كَفٰی بِكَ شَھِیْدًا فَاشْھَدْ لِیْ اَنَّكَ رَبِّیْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم رَسُوْلُكَ النَّبِیُّ وَاَنَّ الْاَوْصِیَآءَ مِنْ بَعْدِہٖ اَئِمَّتِیْ"

﴿صحیفہ علویہ ص ۳۷﴾

ترجمہ:- اے اللہ میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تیری گواہی کافی ہے پس میرا گواہ رہ بیشک تو میرا رب ہے اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ترا رسول میرا نبی ہے اور بیشک ان کے بعد کے اوصیاء جو تھے میرے امام ہیں"۔

بتائیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اپنا امام فرمارہیں اور آپ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پارٹی بنارکھی تھی جو ان کے مخالف تھی اور یہ بھی بتائیے کہ اگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اہل ایمان اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں وہ (معاذ اللہ نقلِ کفر کفر نہ باشد) منافق تھے تو ان آیات کا مصداق کون حضرات ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۔

ترجمہ:- جب آگئی اللہ کی مدد اور فتح ہوگیا مکہ اور دیکھا تم نے لوگوں کو کہ خدا کے

دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں۔ تو اب تم اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھو اور اس سے طلب مغفرت کرو بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

تو فرمایئے کہ وہ فوجوں کی فوجیں اہل ایمان کی جن کا ذکر اس سورۂ پاک میں ہوا وہ کہاں تھیں؟ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھیں یا کہ ان کے مخالف؟ ثابت کیجئے۔

(نوٹ) اگر خلفائے راشدین میں کوئی مخالفت یا دشمنی و عناد ہوتا تو سیدنا حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی دختر نیک اختر سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد کیوں کرتے؟ (فروع کافی، تہذیب الاحکام، مجالس المؤمنین)۔

صحابہ معیارِ حق ہیں

سوال نمبر 17: اہلسنت والجماعت کا دین چار اصولوں پر مبنی ہے (۱) قرآن مجید (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ سقیفہ کی کاروائی کو پیش نظر رکھ کر ارشاد فرمائیں کہ خلافت ثلاثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت، ارشاد فرمائیں کہ انہوں نے اپنی خلافت کو قرآن مجید سے کیوں ثابت نہ کیا جب قرآن مجید میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے؟

(بحوالہ ''دعوت فکر دینی'' ، مصنفہ بابر علی خاں شیعہ)

جواب: اہلسنت کا دین وہ ہے جو قرآن مجید اور حدیث مقدسہ میں موجود ہے۔ کتاب وسنت ہی مذہب اہلسنت کی اساس و بنیاد ہے۔ خلافِ قرآن وحدیث جو عقیدہ بنایا جاوے اہل سنت اس کو مردود اور کفر کہتے ہیں۔ اور ایسے افعال واحکام جو کتاب وسنت سے متصادم ہوں وہ سب کے سب ناقابل عمل حرام بالکل بدعت اور شرک ہیں اور ان کو جائز سمجھنے والا اہلسنت کے نزدیک قطعاً کافر اور خارج از اسلام ہے اہل سنت قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیار حق مانتے ہیں جو فرقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مخالف ہے۔ کتاب وسنت کی ہدایت کے مطابق وہ بھی قطعی طور پر کافر اور منکر اسلام ہے۔ یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات بھی اہل بیت ہونے کے علاوہ صحابی ہیں۔ مت کوئی شیعہ

سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا و فریب دیں کہ دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو معیار حق مانا ہے لیکن اہلبیت کا ذکر نہیں کیا۔ راقم الحروف ان کو صحابی رضی اللہ عنہ پہلے مانتا ہے اور اہلبیت بعد میں نیز میرے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے اونچا مقام صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے بلکہ صرف اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا کوئی قابل ستائش بات نہیں ۔ جب تک ایمان لا کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ اپنے آپ کو شامل نہ کرلیں۔ مطلق اہلبیت تو کافر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ پسر نوح علیہ السلام اور زوجہ نوح و لوط علیہما السلام جو کہ اہلبیت رسول تو ضرور ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کافر ہیں۔ اہلسنت قرآن شریف وحدیث مبارکہ کی تعلیم کے مطابق اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق وصداقت کا معیار مانتے ہیں چونکہ جواب نہایت مختصر دینا مقصود ہے۔ اس لئے اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے صرف چند آیات قرآنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے کے ثبوت میں سماعت فرمائیں۔

عقائد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ

ترجمہ:- اور جب ان سے کہا گیا کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں تم بھی ایمان لاؤ (تو) انہوں نے یہ کہہ دیا کیا ہم اس طرح ایمان لے آئیں۔ جس طرح یہ بے وقوف ایمان لے آئے خبردار یہ لوگ خود ہی بے وقوف ہیں اور لیکن جانتے نہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اِس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ منافقین کی پہچان کرتے ہوئے فرماتا ہے، جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے تم بھی ایسا ایمان لے آؤ جس طرح کہ یہ لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے ہیں۔ تو قابلِ غور بات ہے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان خالق کائنات کو ناپسند ہوتا، جیسا کہ اہل تشیع کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان

کو بطور نمونہ منافقین کے سامنے پیش کیوں فرماتا؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موافق اور ان کی پیروی میں ہو۔ یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان میں معیارِ حق ہیں اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور تنقیصِ شان کرنا منافقین کا طریقہ ہے اور منافقین کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کئے گئے اعتراضات کا رد کرنا سنتِ الٰہیہ ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

ترجمہ:- اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو بیشک اُنہوں نے ہدایت پائی اور اگر روگرداں ہو گئے تو وہی نافرمانی میں ہیں۔ پس اللہ تم کو ان کے شر سے بچائے گا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے" (ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اگر یہود و نصریٰ ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لا چکے ہو تو یقیناً ہدایت پا جائیں گے (چنانچہ ملاحظہ ہو تفسیر خلاصۃ المنہج ۸۱) فَاِنْ اٰمَنُوْا پس اگر ایمان آرند ھمہ اہل کتاب از یہود و نصریٰ بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ بہ مانندِ آنچہ شما ایمان آوردہ اید ای مہاجر و انصار یعنی بہمہ کتب و رسل فَقَدِ اهْتَدَوْا پس ہر آئنیہ راہ راست یافتہ باشند۔

ترجمہ: پس اگر ایمان لے آئیں تمام اہل کتاب یہود و نصریٰ مثل اس کی کہ تم ایمان لائے ہوا ے مہاجرین و انصار یعنی تمام کتابوں اور رسُولوں پر، پس یقیناً ہدایت پا جائیں گے۔ تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان بارگاہ خدوندی میں اس قدر منظور و مقبول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو منافقین اور یہود و نصریٰ پر پیش کر کے ان سے ایسے ہی ایمان کا مطالبہ کرتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی طرح عقائد اور اعمال

میں بھی معیارِ حق ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: (پارہ ۱۱ رکوع ۲ آیت)۔

ترجمہ:- اور مہاجرین وانصار سے سب سے پہلے ایمان کی طرف سبقت کرنیوالے اور وُہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی خدا تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وُہ خدا تعالیٰ سے راضی ہوگئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں وُہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے" (ترجمہ مقبول)

ناظرین کرام آیت صاف صاف بتارہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار معیارِ حق ہیں ان سے اور ان کے متبعین سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا اس سے بڑھ کر ان کے امام ومقتدیٰ ہونے کی کونسی دلیل ہوسکتی ہے؟ حاشیہ ترجمہ، مقبول" پر شیعہ مولوی مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے" کافی اور تفسیر عیاشی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مہاجرین اوّلین کا ذکر بوجہ انکی سبقت کے پہلے درجہ پر شروع فرمایا پھر ان کے بعد دُوسرے درجہ پر انصار کا ذکر کیا پھر تیسرے درجہ میں نیکی میں اتباع کرنے والوں کا ذکر فرمایا پس خدا تعالیٰ نے ہر قوم کو ان کے درجوں اور منزلوں میں رکھا (حاشیہ ترجمہ مقبول ۴۰۳) قارئین کرام! اس قدر واضح اور بین فضائل صحابہ کرام علیہم الرضوان قرآن مجید میں موجود ہونے کے باوجود انکار کرنا انکارِ قرآن نہیں تو اور کیا ہے؟ اور" سورہ حشر" میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے کے متعلق یوں فرماتا ہے:۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ

وَرَسُولَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: نیز (یہ مال فے) ہجرت کرنے والوں میں سے ان ضرروت مندوں کا حق بھی ہے جو اپنے گھروں سے بھی نکالے گئے اور اپنے مالوں سے بھی (الگ کئے گئے تاہم) خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نُصرت کیے جاتے ہیں وہی تو سچے ہیں اور ان کا حق بھی ہے جو ہجرت کرنے والوں کے پہلے سے دارِ ہجرت میں مقیم اور ایمان پر قائم ہیں اور جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ان سے محبت رکھتے ہیں اور جو کچھ ان ہجرت کرنیوالوں کو دیا جائے اس کی اپنے دلوں میں خواہش نہیں پاتے اور گو انہیں خود ضرورت موجود ہو تاہم دُوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچالیا جائے تو ایسے ہی لوگ تو ''پوری پوری'' فلاح پانے والے ہیں اور ان کا حق بھی ہے جو ان مہاجرین وانصار کے بعد یہ عرض کرتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمارے گناہوں اور ہمارے بھائیوں کے گناہوں کو جنہوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے پروردگار بیشک تو بڑا مہربانی کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے (ترجمہ مقبول)

معزز ناظرین کرام غور فرمائیں ان آیات میں کس قدر واضح طور پر صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار کے معیار حق ہونے کے متعلق فرمایا گیا اور خاص کر مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہوا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ ترجمہ: وہی تو سچے ہیں اور سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ سچوں کے ساتھ اور یاد رہے کہ حضرات خلفائے اربعہ علیہم الرضوان مہاجرین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سچے ہیں اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ تو بتایئے کہ اب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے اس مقام کی مناسبت کی بنا پر حضرت سیدّنا امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما کا ایک فرمان نقل کرتا ہوں جس سے شیعوں کا یہ بھی بھرم کھل جائیگا جو شیعہ عموماً اہل سُنّت کو الزام دیتے ہیں کہ وُہ ائمہ اہل بیت سے روایتیں نہیں لیتے اور ان کی روایات کو غلط و بے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اہلسنت ائمہ اہل بیت سے روایتیں ضرور لیتے ہیں اور ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ اہل سنت کا اُصول ہے کہ جو روایت قرآن اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو وہ قابل التفات نہیں۔ ہمارے ہاں یہ نہیں ہے کہ کوئی کہہ دے۔ یہ حدیث ہے یا فلاں امام کا قول ہے اگرچہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، تو اس لیے سند اور خلاف قرآن قول کو آنکھیں بند کر کے مان لیں۔ علمائے اہل سنت ایسا ہرگز نہیں کرتے ورنہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ معاذ اللہ قرآن مجید اور ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیں۔ جس پر ہمارے ایمان کا دارومدار ہے اور ہر قسم کی واہی تباہی من گھڑت اور جھوٹی روایات کو قبول کر لیں۔ یہ شیوہ تو شیعوں ہی کا ہے۔ جنہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد ہی ایسی خلاف کتاب وسنت روایات پر رکھی ہے جن کو تحریر کرتے بھی شرم آتی ہے۔ ہم اہلسنت جب بالتحقیق ثابت کر لیں کہ یہ قول مبارک یا ارشاد واقعی کسی امام کا ہے تو اس کو بدل وجان قبول کرتے ہوئے بصد احترام اپنے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ تو سنیئے ارشاد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

و قدم علیه نفر من اهل العراق فقالوا فی ابی بکرؓ و عمر وعثمان علیهم السلام فلمّا فرغو من کلامهم قال لهم الاتخبرونی انتم المهاجرون الاوّلون الّذین اخرجوا من دیارهم و اموالهم یبتغون فضلاً مّن الله ورضوانا وّینصرون الله ورسولهٗ اولٰئِکَ هُمُ الصّٰدِقون مَن هاجَرَ الیهم ولا یجدون فِی صدورهم حاجة مّمّا اوتوهُ ویُوثِروْن علٰی انفسهم ولو کان بهم خصاصةٌ قالوا لا قال امّا انتم قد تبرأتم ان تکونوا من احد هٰذین الفریقین وانا اشهد انکم لستم من الّذین قال الله ُ فیهم والّذین جاء ومن ُ بعد هم یقولون ربّنا اغفرلنا ولا خواننا الّذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غِلّ اللذین ا منوا ربّنا اِنّکَ رءُوفٌ رّحیمٌ اُخرجُو عَنّی فعل الله بکم

{ کشف الغمہ ۱۱۹ مطبوعہ ایران }

ترجمہ: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا آتے ہی حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی شان میں بکواس کرنا شروع کر دیا۔ جب چُپ ہوئے تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ تُم وہ مہاجرین الاولین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہنے والے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد واعانت کرتے تھے اور وہی سچے تھے تو عراقی کہنے لگے کہ ہم وہ نہیں امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تُم وہ لوگ ہوگے جنھوں نے اپنا گھر بار اور ایمان مہاجرین کے آنے سے پہلے تیار کیا ہؤا تھا ایسی حالت میں کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے اور جو کچھ مال و متاع مہاجرین کو دیا گیا تھا ان کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد و بغض محسوس نہ کرتے تھے اور اگرچہ وہ خود حاجتمند تھے مگر پھر بھی مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے تو اہل عراق کہنے لگے کہ ہم وہ بھی نہیں ہیں تو

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا" کہ تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں (مہاجرین وانصار) میں سے ہونے کی براءت کر چکے ہو اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان مسلمانوں سے بھی نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور وہ مسلمان لوگ جو مہاجرین وانصار کے بعد آئیں گے وہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کی بخش جو ہم سے پہلے ایمان کیساتھ سبقت لے چکے ہیں اور ایمان والوں کے متعلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ بغض اور کینہ، حسد یا عداوت نہ ڈال۔ یہ فرما کر امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرے پاس سے نکل جاؤ اللہ تمہیں ہلاک کرے آمین۔

ناظرینِ کرام! مذکورہ بالا روایت کو بنظرِ غور مطالعہ فرما کر خود نتیجہ اخذ فرمائیں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نزدیک معیارحق ہیں اور دشمنان صحابہ خصوصاً دشمنان خلفائے ثلاثہ علیہم السلام سے سیدّنا امام زین العابدین کس قدر بے زاری کا اظہار فرماتے ہیں کہ ان کو بد دُعا فرما کر اپنی مجلس سے نکال دیتے ہیں۔

صحابہ کرام معیارحق حدیث شریف کی روشنی میں

حدیث نمبر(۱) وعنه قال ابانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یومٍ ثُمَّ اقبل علینا بو جهه فو عظنا مو عظتاً فو عظتهً بلیغتهً ذَرَفَت منها العُیُون ووجلت منها القلوب فقال رَجُلٌ یارسول الله کَاَنَّ هٰذِہٖ مو عظته مودِّعٍ فاوصینا فقال او صیکم بتقوی الله وَالسَّمعِ والطاعَت وان کان عبدًا حبشیاً فاِنَّهٗ من یعش منکم بعدی فسیرٰی اختلا فًا کثیرًا فعلیکم بسنّتی وَسُنَّتِه الْخُلَفَاءِ الرَّا شدین المَهْدِیِیْنَ تمسّکُو بهاو عضو علیها با لنّوا جذو اِیَّا کُمْ و مُحدَ

ثاتِ الاُمُوْرِ فانّ کُلّ محدثه بدعَتٌ وکلّ بدعت ضلالتہ۔

﴿مشکوٰۃ شریف: ۳۰،۲۹﴾

ترجمہ"صحابیِ رسول فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ نے رُخِ انور سے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ہمیں بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہم آبدیدہ ہو گئے اور ہمارے دل بوجہ خوف خدا لرزنے لگے۔ ایک آدمی نے عرض کی یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وعظ آپ نے فرمایا ہے گویا کہ آخری وعظ ہے پس ہمیں وصیت فرمایئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور سُننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ پس بیشک تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا اختلافِ کثیرہ دیکھے گا۔ تم پر میری سُنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم وضروری ہے اس کو لازم پکڑو اور خوب دانتوں سے مضبوط تھام لو خاص کر تم نئی باتوں سے بچے رہو کیوں کہ ہر نئی بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حدیث نمبر۲: وتفرّقُ امّتی علیٰ ثلثٍ وّ سبعین مِلّتہً کلھم فی لنّار ا لاّملّتہً وّاحدتہً قالوا مَنْ ھی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماانا علیه واصحابی "ترجمہ: میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹ جائیگی۔ تمام جہنمی ہوں گے مگر ایک مِلّت۔

صحابہ نے عرض کی کہ وُہ جنتی جماعت کون سی ہے یارسول اللہ؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں"

حدیث:۳: اتبعو السواد الا عظم فانّه من شذّ فی النّار۔

(مشکوٰۃ شریف: ۳۰)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"۔

حدیث:۵: وعن حذیفتہ قال قال رسول اللہ ﷺ انّی لا ادری ما بقائی فاقتدوا بالّذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ (مشکوٰۃ شریف:۵۶۰)

ترجمہ: حضرت حذیفہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نہیں جانتا کہ تم میں میری بقا کتنی ہے تو میرے بعد والوں کی پیروی کرو، ابوبکر و عمر کی"

موضوع پر متعدد احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے کتب احادیث۔ بخوفِ طوالت صرف ان ہی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ عقلنداں را اشارہ کافی است۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود فرمایا ہے۔ وسیھلکُ فِیّ صنفانِ محبٌ مفرطٌ یَذْھب بہ الحبُّ الیٰ غیر الحقّ ومبغضٌ مفرطٌ یذھبُ بِہ البُغْضُ اِلیٰ غیر الحقِ خیر النّاسِ فِیَّ النمطُ الاوسط فالز موہُ السّواد الاعظم فانّ ید اللہ علی الجماعتہ وا یا کُمْ والفرقتہ وانّ الشاذّ من النّاس لشیطٰن کما انّ الشّاۃَ من الغنم للذئب الّا من دعا الیٰ ھذا الشّعار فاقتلوہُ ولو کان تحت عمامتی ھٰذِہٖ۔ (نہج البلاغۃ ۴۱۳)

ترجمہ:- دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے، ایک وہ گروہ کہ دوست تو ہوگا مگر دوستی میں افراط کریگا اس کی محبت اُسے باطل کے راستے پر لے جائیگی دُوسرا وہ طائفہ کہ دُشمنی میں حد سے تجاوز کر جائیگا اور اس کی دشمنی بے اندازہ اُسے حق سے دُور کردے گی لیکن میرے سلسلے میں سب سے اچھے وہ ہیں جو میانہ روی کا راستہ اختیار کریں گے پس تم بھی اس جماعت کو اختیار کرلو اور سواد اعظم سے وابستہ ہو جاؤ کیونکہ جماعت کو چھوڑنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے خبردار جو شخص تمہیں اس رویہ (جماعت سے علیحدگی) کی دعوت دے اسے قتل کردو خواہ وہ میرے اس عمامہ کے نیچے ہی کیوں نہ ہو"

حضرت علی کے نزدیک صحابہ کرام معیار حق ہیں

چنانچہ ملاحظہ ہوارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ:۔

انّہٗ بایعنی لقوم الّذین بایعو ابا بکر و عثمان علی ما با یعوھم علیہ فلم یکن للشّاھد ان یّختار وَلا للغائب ان یّردّوانما الشوریٰ للمھاجرین والا نصار فان جتمعو علیٰ رَجُلٍ وسَمّوہُ اماماً فکاَن ذلك للہ رضاً فان خرج من امرھم خارجٌ بطعنٍ اوبدعت ورَدّوہُ الیٰ مَا خَرَجَ مَنْہُ فَاِنْ اَبیٰ قاتلوہُ علیٰ اتّباعہ غیر سبیل المو منین وولّاہ اللہ ماتو لیٰ۔"(نہج البلاغۃ:۱۱۷)

ترجمہ:۔ مجھ سے ان لوگوں نے ہی بیعت کی ہے جنہوں نے ابو بکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم سے بیعت کی تھی لہذا نہ تو حاضر کے لئے حق باقی رہ گیا ہے کہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیر حاضر کو حق ہے کہ بیعت سے رُدگردانی کرے شوریٰ تو صرف مہاجرین وانصار کے لیے ہے اگر انہوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اتفاق کرلیا اور اسے امام قرار دے دیا تو یہ اللہ کی اور پوری اُمت کی رضا مندی کے لئے کافی ہے اب اگر اُمت کے اس اتفاق سے کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی بنا پر خروج کرتا ہے تو مسلمان اُسے حق کی طرف لوٹا دیں گے جس سے وہ خارج ہُوا ہے انکار کریگا تو اس سے جنگ کی جائے گی کیونکہ اُس نے مومنوں کی راہ سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے اور خدا اُسے اس کی گمراہی کے حوالے کردیگا" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ثابت ہوگیا کہ انعقادِ امامت وخلافت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں اور رہا بابر موصُوف کا یہ کہنا کہ سقیفہ میں خلفائے راشدین نے اپنی خلافت کو قرآن سے کیوں نہ ثابت کردیا؟ تو عرض ہے کہ قرآن وحدیث پیش کرنے کی ضرورت پڑتی جب وہاں کوئی منکر خلافت ہوتا۔شیعہ ہی کہیں دکھادیں کہ سقیفہ میں کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

اعتراض کیا ہو کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی خلافت خلاف قرآن ہے یا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی کوئی ارشاد دکھادیں کہ انہوں نے کسی وقت فرمایا ہو کہ سقیفہ میں جو کچھ ہوا وہ قرآن کے خلاف تھا۔

معزز قارئین کرام! یہ تمام کاروائی جو سقیفہ میں ہوئی رضائے الٰہی کے عین مطابق تھی مثلاً اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے رزق کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ''هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْن'' مگر اس کے باوجود کوئی زراعت' کوئی صنعت' کوئی ملازمت' کوئی تجارت اور کوئی مزدوری کر کے روزی کماتا ہے مگر وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہو رہا ہے تو اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کا بظاہر سبب شوریٰ ہے لیکن وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا۔اور شوریٰ بھی وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق انعقاد امامت و خلافت میں حجت قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے منعقد ہوئی مگر بابر صاحب آپ بتایئے کہ آپ کے مذہب کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کون سی آیت قرآنی اپنے خلیفہ بلافصل منصوص من اللہ ہونے کے متعلق لوگوں کے سامنے پیش فرمائی؟ جن آیات سے آج شیعہ مسلمانوں کو بہکانے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کیا ان میں سے کوئی آیت آپ رضی اللہ عنہ نے بھی پیش فرما کر اپنی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے یا کہ معاذ اللہ وہ آیتیں یا ان کا مطلب آپ رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے؟ بمع حوالہ کتاب ثابت کیجئے۔

؎ اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات

سوال نمبر 18: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات اور ارشادات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلافت عثمانی کے وقت کیا تھے؟ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس بڑے نعثل کو قتل کرو خدا اسے قتل کرے (العیاذ باللہ) اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری کو سن کر حضرت عثمان کو کس طرح انہوں نے مظلوم تسلیم کر لیا۔ کیا حضرت عائشہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذاتی رنجش نہ تھی۔ مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ پہنچ کر میدانِ کارزار میں اُتر آئیں کیا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ تھا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ تھا۔

﴿بحوالہ "دعوت فکر دینی" مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ۸﴾

جواب بابر موصوف کا آخری کہ سیدہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما اور امام مظلوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی اختلاف تھا۔ بہتان عظیم و افترا ہے جو بات آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے جس کا ثبوت کوئی سیاہ پوش کسی معتبر کتاب میں نہیں دکھا سکتا چونکہ شیعوں کے مذہب کی بنیاد ہی دجل و فریب پر ہے اس لئے مَن گھڑت اور جھوٹی باتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہلبیت اطہار اور اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے متعلق بکتے رہتے ہیں اور بابر

بیچارے کو اپنے عقائد کا بھی علم نہیں ہے کہ انکے عقائد کیا ہیں؟ کیا مذہب شیعہ کے بنیادی عقیدہ خلافت بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار کرنے والے شیعہ مذہب کیمطابق مسلمان رہ جاتے ہیں؟ جن کو آپ مسلمان کہہ رہے ہیں اور کیا جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنیوالے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کے قائل تھے بابر صاحب پمفلٹ لکھتے وقت یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ شاید یہ کسی صاحب علم کی نظر سے گزرے تو اور کچھ نہیں کم از کم آپ کا بھرم تو رہ جائے۔ آپ نے شاید لوگوں کو اپنے پر ہی قیاس کیا ہے بہر حال یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے علاوہ ازیں اس سے آپ کو کوئی واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیا آپ سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شان اور علو مرتبہ کے قائل ہیں کہ اگر واقعی حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کوئی ایسا لفظ کہہ دیا ہو جس سے آپکو تکلیف پہنچی ہے؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو سیدنا امام مظلوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شان وفضیلت کے بھی منکر ہیں۔ راقم الحروف آپ سے پُوچھتا ہے کہ کیا حضرت اُمّ المؤمنین کا یہ کلمہ جناب سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی سُنا تھا یا کہ چودہ سو سال کے بعد آپکو حسبِ عادت کوئی فضائی آواز پہنچی ہے؟ چونکہ اکثر ذاکرین اپنی مجلسوں میں ایسی آوازوں کا حوالہ دیتے سُنے گئے ہیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یا اور کسی شخص نے جو اس وقت موجود تھا یہ کلمہ سُنا ہے تو پُورے حوالے اور سند کے ساتھ تحریر کرو تعجب کی بات یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا اور کسی مسلمان نے اُسوقت حضرت مائی پاک کو کیوں نہ کہا کہ آپ نے جب یہ الفاظ کہہ کر لوگوں کو قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلقات کیا تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفوں یعنی سبائی پارٹی میں کرتے ہو یا کہ آپ کے خیر خواہوں اور مددگاروں میں اور یہ بھی عقدہ حل فرما دیجئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کس بناء پر اپنے دونوں صاحبزادوں سیّدنا حسنین رضی اللہ عنہما کو امام مظلوم سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا پہرہ دار اور محافظ مقرر فرمایا۔ (ثبوت کے لیے دیکھئے نہج

البلاغۃ:۱۶۱ وکتب تواریخ) حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ وام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین کوئی عناد یا دشمنی نہیں تھی جیسا کہ سوال:۹: کے جواب میں گزار.........................

شکریہ

ناچیز انجمن تحفظ ناموسِ صحابہ حلقہ شادیوال کا تہہ دل سے ممنون ہے جس نے بندہ کی اس کتاب کی اشاعت کا ذمہ لے کر بے حد ممنون فرمایا اللہ تعالیٰ بوسیلہ جلیلہ سیّد الانبیاء امام اوّلین والآخرین ﷺ اراکین انجمن کی اس خدمت کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر دین و دُنیا میں کامیابی عطا فرمائے بالخصوص عزیزم محمد صدیق سیکرٹری انجمن، محمد عبدالرشد بزاز جناب صوفی محمد رفیق، صُوفی محمد اشرف جلالی خادم آستانہء عالیہ بھکھی شریف صُوفی محمد اسمٰعیل مخدوم، صُوفی محمد اکبر نقشبندی جلالی کا مشکوُر رہوں جنہوں نے کتابچہ کی اشاعت میں میری حوصلہ افزائی کی۔

الدّاعی الی الخیر
(حضرت مولانا) مقبول احمد نقشبندی قادری جلالی

یا اللہ! اپنے فضل عمیم اور رحمت عالمیاں مصطفےٰ ﷺ اور ان کی آل پاک طیبین الطاہرین اور ان کے اصحاب پاک مکرمین المعظمین الصادقین کے صدقے ہمیں حق بیان کرنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین

اہل ذکر کا بیان

از روئے قرآن



مصنف

ابو العطاء محمد اللہ دتہ قادری

نعرہ تحقیق

حق چار یار

سنی شیعہ بھائی بھائی کیسے؟

مؤلف

[illegible]

[illegible]

شیعہ مصنّف بابر علی خان کی کتاب

"دعوت فکر دینی"

میں اہلسنّت کیخلاف کیئے گئے سوالات کا تحقیقی جواب

الجوابُ المعقول

علامہ مقبول احمد رضوی جلالی

مُحمّدیّہ فارُوقیّہ رضویّہ شادیوال (گجرات)